سلسلہ آج کل کی الف لیلہ

قصرِ ساحل

آر ایل اسٹیونسن

مترجمہ

عبدالمجید سالک بی اے



دارالاشاعت پنجاب لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصرِ ساحل

فصلِ اوّل

گریڈن کے جنگل میں ڈیرا

میں اپنی نوعمری کے زمانے میں بے انتہا خلوت پسند واقع ہوا تھا۔ اور لوگوں سے الگ تھلگ رہنا باعثِ فخر خیال کرتا تھا۔ میں سمجھتا تھا۔ کہ مجھ جیسے دل حسیں کے لئے اپنی ذات ہی کافی ہے۔ نہ میرا کوئی دوست تھا۔ نہ آشنا۔ البتہ ایک عورت تھی۔ جو میرے حلقۂ دوستی میں آنے کے بعد میری بیوی اور میرے بچوں کی ماں بنی۔ صرف ایک شخص کے ساتھ میرے تعلقات کسی قدر گہرے تھے۔ اس کا نام آرنا رتھ

مور اسکوائر تھا۔ اور وہ گریڈن ایسٹر (سکاٹ لینڈ) کا رہنے والا تھا۔ ہماری شناسائی کالج میں ہوئی تھی۔ اگرچہ ہم دونوں میں نہ چنداں گہری محبت تھی۔ نہ بہت زیادہ بے تکلفی ہی تھی۔ لیکن ہماری طبیعتوں میں کچھ اس قسم کی عجیب سی مطابقت پائی جاتی تھی۔ کہ ہم آپس میں آسانی سے گزران کر لیا کرتے تھے + پہلے تو میں یہ سمجھتا تھا۔ کہ ہم دونوں میں نفرتِ بنی نوعِ انسان مشترک ہے۔ لیکن اب میرا خیال یہ ہے۔ کہ ہم صرف سرد طبع اور افسردہ مزاج ہی تھے۔ ہمارے تعلق کو "رفاقت" کہنا تو صحیح نہیں۔ البتہ ہم عزلت پسندی میں ایک دوسرے کے ہم عصر ضرور تھے۔ نارتھ مور کی طبیعت چونکہ خاص طور پر غصہ ور تھی۔ اس لئے وہ میرے سوا کسی کے ساتھ بھی صلح صفائی نہ رکھ سکتا تھا۔ اور چونکہ وہ میرے خاموش اطوار کی قدر کرتا تھا۔ اور میری آمدورفت میں مزاحم نہ ہوتا تھا۔ اس لئے میں بھی اُس کے وجود کو بلا تردد برداشت کر لیتا تھا۔ میرا خیال ہے۔ کہ ہم ایک دوسرے کو دوست کہا کرتے تھے +

جب نارتھ مور نے یونیورسٹی سے ڈگری حاصل کر لی۔ اور میں نے حاصل کئے بغیر ہی کالج چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ تو اُس نے مجھ کو گریڈن ایسٹر میں طویل قیام کی دعوت دی + اس طرح

اُس مقام سے پہلے پہل آشنا ہوا۔ جو آئندہ میری قسمت آزمائیوں کی جولان گاہ بننے والا تھا۔ گریڈن کی حویلی بحیرۂ جرمن کے ساحل سے تین میل دُور ایک ویران قطعۂ زمین پر واقع تھی۔ یہ عمارت اتنی بڑی تھی۔ جتنی فوجی بارکیں ہوتی ہیں۔ اور چونکہ ایک قسم کے نرم پتھر کی بنی ہوئی تھی۔ جسے ساحل بحر کی تیز ہوا سے نقصان پہنچنا ضروری تھا۔ اس لئے اندر سے سیلی اور مرطوب تھی۔ اور باہر سے نیم منہدم سی معلوم ہوتی تھی۔ ایسی عمارت میں دو نوجوان آدمیوں کا آرام و آسائش کے ساتھ رہنا غیر ممکن تھا۔ لیکن اس قطعۂ آراضی کے شمالی حصّے میں ترائیوں اور ریت کے ٹیلوں کے درمیان ایک کشت زار اور سمندر کے مابین ایک نئے فیشن کی چوڑی سی گنبد دار عمارت کھڑی تھی۔ جو ہماری ضرورتوں کے بالکل مطابق تھی۔ اس خلوت میں نارتھمور اور میں نے موسمِ سرما کے چار طوفانی مہینے بسر کئے۔

ہم نے اس دوران میں بہت کم گفتگو کی۔ زیادہ تر پڑھنے میں مصروف رہے۔ اور کھانے کے وقت کے سوا آپس میں ملنا جلنا بھی بہت ہی کم رہا۔ میں وہاں زیادہ مدت تک قیام کرتا۔ لیکن مارچ کے مہینے میں ایک رات ہمارا کچھ جھگڑا ہوگیا۔ جس کے باعث میں نے وہاں سے روانگی ہی بہتر سمجھی۔ بات یوں ہوئی۔ کہ نارتھمور

نے چند تیز و تند الفاظ کہے جن کا جواب غالباً میں نے برجستہ دیا۔
اس پر وہ ایک دم اپنی کرسی سے اُٹھا۔ اور جھپٹ کر مجھ سے لپٹ گیا۔
بلا مبالغہ میری یہ حالت ہوئی۔ کہ مجھے اپنی جان بچانے کے لئے
جد و جہد کرنی پڑی۔ اور میں سخت مشکل سے اُس پر غالب آیا۔ کیونکہ
وہ طاقتِ جسمانی میں تقریباً میرے برابر تھا۔ اور خاص کر اُس وقت
غیظ و غضب سے دیوانہ معلوم ہوتا تھا۔ دوسرے دن صبح کو ہم
حسبِ معمول ایک دوسرے سے ملے۔ لیکن میں نے وہاں سے
رخصت ہو جانا ہی مصلحت سمجھا۔ اور نارتھ مور نے بھی مجھے روکنے
کی کوشش نہیں کی۔

اس واقعے کے نو سال بعد مجھے پھر اُسی نواح میں جانے کا اتفاق
ہوا۔ اس دفعہ ایک چھکڑا گاڑی۔ ایک خیمہ اور ایک چولھا میرے
ساتھ تھا۔ میں دن بھر تو گاڑی کے ساتھ ساتھ چلا جاتا تھا۔ اور رات
کو بشرط امکان کسی پہاڑی کھوہ میں یا کسی جنگل کے آس پاس خانہ بدوشوں
کی طرح قیام کر لیتا تھا۔ میں نے اسی ڈھنگ سے انگلستان اور
سکاٹ لینڈ کے بہت سے جنگلی اور ویران مقامات کا سفر کیا ہے۔
اور چونکہ میں رشتہ داروں اور دوستوں سے بالکل محروم اور
فارغ ہوں۔ اس لئے دوران سفر میں نہ باہر کے خطوط مجھے پریشان

کرتے تھے۔ نہ میرا کوئی صدر مقام ہی تھا۔ البتہ ایک میرے وکیلوں کا دفتر ضرور تھا۔ جس کی معرفت میں ہر شش ماہی کے بعد اپنی آمدنی وصول کر لیا کرتا تھا۔ یہ زندگی میرے لئے بے انتہا خوشگوار تھی۔ اور میرا یہ خیال پختہ ہو چکا تھا۔ کہ میں اسی طرح سفر ہی میں بڈھا ہو جاؤں گا۔ اور آخر کسی خندق میں گر کر مر جاؤں گا۔

میرا کام صرف یہ تھا۔ کہ ویران سے ویران گوشے تلاش کروں جہاں خلل اندازی اور مداخلت سے بالکل بے فکر رہ کر مقام کر سکوں۔ جس وقت میں اُسی ضلع کے ایک حصے میں پہنچ گیا۔ تو مجھے دفعتاً ترائیوں والے قصبے کا خیال آیا۔ اس کے گرد تین تین میل تک کوئی سڑک نہ گذرتی تھی۔ نزدیک ترین قصبہ چھ یا سات میل پر واقع تھا۔ اور اُس میں بھی ماہی گیروں کے سوا کوئی نہ رہتا تھا۔ یہ دس میل لمبا بنجر علاقہ جو بعض مقامات پر تین میل اور بعض پر آدھ میل چوڑا تھا سمندر کے ساتھ ساتھ چلا گیا تھا۔ اب میرے لئے قدرتی رستہ تو سمندر کا کنارہ ہی تھا۔ مگر اس پر بالو کی کثرت تھی۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ سارے برطانیہ عظمےٰ میں اس سے بہتر چھپنے کی جگہ کوئی نہ ہوگی۔

میں نے عزم کر لیا۔ کہ کم از کم ایک ہفتہ تو گہڈن ایسٹر کے "بحری جنگل" میں ضرور بسر کرونگا۔ چنانچہ ایک طویل منزل طے کرنے کے بعد

میں شام کے قریب وہاں پہنچ گیا۔ یہ ستمبر کے مہینے کا ایک نہایت پُرشور دن تھا۔

میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ کہ یہ علاقہ ریت کے ٹیلوں اور ترائیوں سے پٹا پڑا تھا۔ (ترائیوں سے میری مراد وہ قطعات زمین ہیں۔ جو سمندر یا دریا کے کنارے واقع ہوں۔ اور اُن کی ریتلی سطح سخت پڑ گئی ہو۔) یہ گنبد دار قصر ایک ہموار قطعۂ زمین پر واقع تھا۔ اس کے پیچھے جنگل شروع ہوتا تھا۔ اور سامنے بے شمار جھاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ جن کو آندھی نے ادھر اُدھر سے دھکیل کر یکجا کر رکھا تھا۔ قصر کے سامنے یعنی اس کے اور سمندر کے درمیان ریت کے چند بے ہنگم اور ٹوٹے پھوٹے ٹیلے دکھائی دے رہے تھے چٹان کا ایک باہر نکلا ہوا حصہ ریت کے لئے ایک بُرج یا گرجے کا کام دے رہا تھا۔ اور خطِ ساحل میں دو پایاب خلیجوں کے درمیان راس کی صورت اختیار کئے ہوئے تھا۔ مدو جزر کے بعد یہ چٹان ریت میں پھر نمودار ہو جاتی تھی۔ اور ایک چھوٹا سا نہایت خوشنما جزیرہ معلوم ہوتی تھی۔ جزر کی حالت میں ساحل کا بالو بہت دور تک پھیلا ہوا نظر آتا تھا۔ لیکن نواحی علاقے میں لوگ اسے بہت خطرناک سمجھتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ کنارے کے پاس جزیرے

اور راس کے درمیان اس پالو میں ساڑھے چار منٹ کے اندر
اندر آدمی غرق ہو جاتا ہے۔ اور پھر کہیں اُس کا سُراغ تک نہیں
ملتا۔ لیکن اس اندیشے کی کوئی خاص وجہ بظاہر نظر نہ آتی تھی+
سارا علاقہ خرگوشوں سے بھرا پڑا تھا۔ اور مرغابیوں کی بھی بہت
کثرت تھی۔ جو قصر کے گرد ہر وقت اپنی قیں قیں سے ایک شورِ
محشر برپا کر رکھتی تھیں + گرمیوں کے دنوں میں تو منظر بہت درخشاں
اور مسرّت انگیز ہوتا تھا۔ لیکن ستمبر کے مہینے میں شام کا وقت!
تیز آندھی اور ترائیوں کے پاس فلک بوس موجوں کی شورش
صرف مُردہ ناخداؤں اور بحری آفتوں کی داستانیں دُہراتی
تھی۔ ایک جہاز سامنے اُفق میں ہوا کے رُخ پر جا رہا تھا۔ میں نے
قریب نظر ڈالی۔ تو میرے قدموں کے نزدیک ریت میں ایک
تباہ شدہ جہاز کا ایک عظیم شہتیر نیم مدفون دکھائی دیا۔ جس نے
اس منظر کی ہولناکی کو اَوْر بھی زیادہ واضح کر دیا +

یہ قصر نارتھ مور کے ایک چچا نے جو بے وقوف اور فضول
خرچ سا آدمی تھا۔ تعمیر کرایا تھا۔ اس کی ظاہری صورت سے
امتدادِ زمانہ کے اثرات نمودار نہ تھے + قصر دو منزلہ تھا۔ طرزِ
تعمیر اطالوی تھا۔ گرداگرد ایک چھوٹا سا باغیچہ بھی موجود تھا۔ لیکن

اس میں بعض بے رنگ سے پھولوں کے سوا کوئی چیز پھولی پھلی نہ تھی + قصر کی تمام کھڑکیاں بند تھیں ۔ اس کو دیکھ کر صرف یہی گمان نہ گزرتا تھا ۔ کہ اس کا مالک اسے ویران چھوڑ کر چلا گیا ہے ۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا ۔ کہ اس میں آج تک کوئی انسان کبھی رہا ہی نہیں + یہ تو ظاہر ہی تھا ۔ کہ نارتھ مور مکان پر نہیں ہے ۔ لیکن یہ اندازہ کرنا دُشوار تھا ۔ کہ آیا وہ حسب معمول اپنی کشتی کے کمرے میں پڑا ہوا اونگھ رہا ہے ۔ یا کہیں سوسائٹی کی دُنیا میں اپنی متلون مزاجی اور بے پروائی کا ثبوت دے رہا ہے + اس مکان پر اس قدر ویرانی طاری تھی ۔ کہ مجھ جیسے ویرانہ پسند کو بھی وحشت ہوتی تھی ۔ آندھی مکان کے دُودکشوں میں سے گزرتی تھی ۔ تو اُن میں سے عجیب بُکا و فغاں کی چیخیں سُنائی دیتی تھیں ۔ چنانچہ میں ایسی تیزی سے گویا کسی آفت سے بچنے کے لئے مکان کے اندر جا رہا ہوں ۔ مڑ کر اپنے بچاؤ کے لئے باہر کی طرف بھاگا ۔ اور اپنی گاڑی کو ہانکتا ہُوا جنگل کی حدود میں داخل ہو گیا +

گرڈن کا "بحری جنگل" اس لئے اُگایا گیا تھا ۔ کہ اس کے پیچھے جو مزروعہ کھیت ہیں ۔ وہ اُڑتی ہوئی ریت کے تباہ کن اثرات سے محفوظ رہیں ۔ ساحل کی طرف سب سے پہلے تو ذرا کمزور جھاڑیاں

تھیں۔ اس کے بعد بعض سخت اور مضبوط درخت بھی لگائے گئے تھے۔ لیکن اس تمام روئیدگی میں زندگی اور نمو اور رونق کا نشان تک نہ تھا۔ کیونکہ اسے رات دن کشمکش کی زندگی بسر کرنی پڑتی تھی۔ درخت شدید سے شدید سرائی طوفانوں میں رات رات بھر نہایت تندہی سے جھومنے کے عادی تھے۔ اور اوائل موسم بہار میں بھی اس غیر محفوظ ذخیرے کے درختوں پر پتے موجود ہوتے تھے اور فصل خزاں کا آغاز ہوا کرتا تھا۔ جنگل کے اندر کی زمین ایک چھوٹی سی پہاڑی کی طرح بلند تھی۔ جو اس چھوٹے سے جزیرے کے ساتھ مل کر ملاحوں کے لئے سیر و سفر کا ایک نشانِ منزل بن جاتی تھی۔ جب یہ پہاڑی شمال کی طرف جزیرے کی جانب سے کھلی ہوئی ہوتی تھی۔ تو جہازوں کو معلوم ہو جاتا تھا۔ کہ "گریٹر منس" اور "گریٹر ٹلرس" سے بچ کر نکلنے کے لئے مشرق کی طرف رخ کر لینا چاہئے۔ زمین کے نچلے حصے میں درختوں کے درمیان ایک ندی بھی رواں تھی۔ جس کا پانی سوکھے اور گلے سڑے پتوں اور مٹی کی کثرت سے جابجا رکا ہوا تھا۔ کہیں تو یہ ندی پھیل کر رہ گئی تھی۔ اور کہیں بند پانی کے جوہڑ بن گئے تھے۔ جنگل کے آس پاس ایک دو جھونپڑیوں کے کھنڈر بھی موجود تھے۔ جن کے متعلق نارتھمور

کہا کرتا تھا۔ کہ "مذہبی مقامات ہیں۔ کیونکہ کسی زمانے میں بعض پارسا راہب ان ہی جھونپڑیوں میں رہ کر ذکر وفکر کیا کرتے تھے +

میں نے اپنے لئے ایک کھوہ تلاش کر لی۔ جس کے پاس ہی صاف اور عمدہ پانی کا ایک چشمہ اُبل رہا تھا۔ کانٹوں اور جھاڑیوں سے زمین صاف کی۔ خیمہ نصب کیا۔ کھانا پکانے کے لئے آگ جلائی۔ اور گھوڑا جنگل کے اندر ذرا دُور لے جاکر باندھ دیا۔ جہاں ایک سبزہ زار واقع تھا + اس کھوہ کے اونچے کناروں سے میری آگ کی روشنی بھی چھپی ہوئی تھی۔ اور میں بھی تیز اور ٹھنڈی ہوا کے فراٹوں سے محفوظ تھا +

میرے اس طرز زندگی نے مجھے جفاکش اور کفایت شعار بنا دیا تھا + میں نے پانی کے سوا کبھی کچھ نہیں پیا۔ اور جبیُ کے دلیے سے زیادہ کوئی قیمتی چیز نہیں کھائی + مجھے بہت کم نیند کی ضرورت پڑتی تھی۔ اگرچہ اُٹھنے کو تو میں نمود سحر ہی کے وقت اُٹھتا تھا۔ لیکن اکثر اندھیری یا تاروں بھری راتوں میں گھنٹوں بیدار پڑا رہا کرتا تھا۔ چنانچہ گریڈن کے جنگل میں بھی اگرچہ میں آٹھ ہی بجے سو گیا۔ لیکن گیارہ بجے سے پہلے بیدار ہو گیا + اس وقت میرا دماغ بالکل صاف تھا۔ اور کسی قسم کی غنودگی یا تکان

باقی نہ تھی۔ میں اُٹھ کر آگ کے پاس بیٹھ گیا۔ اُن درختوں اور بادلوں کو جو میرے سر پر ایک ہنگامہ خیز شور و غل مچا کر جھوم رہے تھے۔ اور اُڑ رہے تھے۔ نظر جمائے دیکھتا رہا۔ اور ساحل پر ہوا کی موجوں اور سمندر کی لہروں کا غوغا سُنتا رہا + آخر اس بیکاری سے تھک کر کھوہ سے باہر نکلا۔ اور جنگل کی حدود کے ساتھ ساتھ ٹہلنے لگا۔ نئی راتوں کا چاند دُھندلے غبار میں ملفوف تھا۔ اس کی دُھندلی سی روشنی میری دلیلِ راہ ہو رہی تھی۔ جب میں خراماں خراماں ترائیوں کے اندر پہنچ گیا۔ تو وہ روشنی کسی قدر تیز ہوئی۔ لیکن عین اسی وقت آندھی کا پر زور رفراٹا آیا۔ جس میں سمندر کے نمک کی بو آ رہی تھی۔ ریت کے بے شمار ذرّے تیروں کی بوچھاڑ کی طرح مجھ پر پڑے۔ اور میں نے اُن کی یورش سے عاجز آکر اپنا سر جھکا لیا +

جب میں نے پھر سر اُٹھا کر اپنے آس پاس نظریں دوڑائیں۔ تو مجھے اس قصر کے اندر روشنی نظر آئی + یہ روشنی ساکن نہ تھی۔ بلکہ ایک دریچے سے دوسرے دریچے کو جا رہی تھی۔ اور معلوم ہوتا تھا۔ کہ کوئی شخص لمپ یا شمع ہاتھ میں لئے مختلف کمروں کا جائزہ لے رہا ہے + میں چند لمحے تک نہایت حیرت سے اس روشنی کو تکتا رہا۔ شام کو جب میں وہاں پہنچا ہوں۔ تو وہ مکان بالکل ویران

اور غیر آباد معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اب اس میں زندگی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ پہلے تو مجھے یہ خیال آیا۔ کہ کوئی چوروں کی ٹولی اس قصر میں داخل ہو گئی ہے۔ اور نارتھمور کی بے شمار الماریوں کو کھول کر اس کا تمام قیمتی مال و متاع لوٹ رہی ہے۔ لیکن پھر سوچا۔ کہ چوروں کو گریڈن ایسٹر تک پہنچ جانے کی کیا ضرورت پڑی تھی۔ اس کے علاوہ اس وقت سب کھڑکیاں بھی تو کھلی تھیں۔ اور چوروں میں ایسے "نشرفا" بہت کم ہیں۔ جو چوری کرتے وقت کھڑکیاں کھول لیں۔ ان وجوہ کی بنا پر میں نے اپنے پہلے خیال کو رد کر دیا اور یہ سمجھنے لگا۔ کہ غالباً نارتھمور خود ہی آن پہنچا ہے۔ اور اب قصر کا معائنہ کرتا اور کمروں کو ہوا دیتا پھرتا ہے۔

یہ تو میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ کہ مجھے اس شخص سے کوئی حقیقی محبت نہ تھی۔ لیکن اگر بفرض محال میرے اس کے درمیان انتہائی برادرانہ تعلقات بھی ہوتے۔ جب بھی اس وقت میں اس سے ملنا ہرگز گوارا نہ کرتا۔ کیونکہ مجھ پر خلوت اور تنہائی کی آرزو بہت ہی غالب آ چکی تھی۔ چنانچہ میں وہیں سے مڑا۔ اور اپنے ڈیرے کی طرف بھاگا۔ سچ یہ ہے۔ کہ اپنی کھوہ میں الاؤ کے پاس پہنچ کر مجھے حقیقی اطمینان اور سکون حاصل ہوا۔ کیونکہ میں ایک

شناسا کا سامنا کرنے سے بچ گیا تھا۔ اور ایک اَوْر رات آرام و آسائش سے بسر کر سکتا تھا + میں نے سوچا۔ صبح نارتھ مور کے باہر نکلنے سے پہلے ہی کھسک جاؤں گا۔ اور اگر ملنا بھی ہوا۔ تو ملاقات نہایت مختصر ہوگی +

لیکن جب صبح ہوئی۔ تو صورت حالات کچھ ایسی دل فریب نظر آئی۔ کہ میرا حجاب بالکل دُور ہوگیا۔ اس وقت نارتھ مور بالکل میرے رحم پر تھا۔ اور اگرچہ میں جانتا تھا۔ کہ اس سے مذاق کرنا آسان کام نہیں۔ لیکن میں نے اس سے دل لگی کرنے کا ایک ڈھنگ سوچ ہی لیا۔ اور اُس کی کامیابی کی اُمید پر ابھی سے بغلیں بجانے لگا + میں جنگل کے کنارے کی جھاڑیوں میں ایسی جگہ چھپ کر بیٹھ گیا۔ جہاں سے اس قصر کا دروازہ بالکل سامنے نظر آتا تھا۔ کھڑکیاں پھر بند کی بند تھیں۔ اور یہ مکان جس کی دیواریں سفید اور جھلملیاں سبز تھیں۔ صبح کی روشنی میں نہایت خوشنما اور قابلِ سکونت نظر آتا تھا + کئی گھنٹے گزر گئے۔ لیکن نارتھ مور کا نشان تک بھی دکھائی نہ دیا۔ میں جانتا تھا۔ کہ وہ صبح اُٹھنے میں بہت کاہل ہے۔ لیکن جب دوپہر ہی ہونے کو آ گئی۔ تو مجھے صبر کا یارا نہ رہا۔ اور سچ پوچھیے۔ تو میں دوپہر کا کھانا قصر ہی میں کھانے کا

ارادہ کر چکا تھا۔ اور اب بھوک کی شدّت نے مجھے بیتاب کر رکھا تھا+ اس قسم کا موقع لطف اُٹھائے بغیر کھو دینا بہت ہی افسوسناک تھا۔ لیکن آخر استہزا پر اشتہا غالب آگئی۔ میں نہایت افسوس کے ساتھ مذاق کے خیال سے دست بردار ہو گیا۔ اور جنگل سے باہر نکل آیا +

جس وقت میں اس مکان کے قریب آیا۔ تو اس کی ظاہری صورت دیکھ کر مجھے بہت پریشانی ہوئی۔ شام سے اب تک اس کی حالت میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی تھی۔ اور مجھے خدا جانے کیوں یہ توقع ہو گئی تھی۔ کہ اس مکان کی ظاہری ہیئت سے آبادی کے آثار معلوم ہوں گے۔ لیکن میری یہ توقع غلط تھی۔ مکان کے دریچے سب کے سب بند تھے۔ دُود کشوں میں دھوئیں کا نام ونشان تک نہ تھا۔ اور سامنے کا دروازہ بھی بالکل مقفل تھا۔ مجھے طبعاً یہ خیال آیا۔ کہ نارتھمور عقب کے دروازے سے داخل ہوا ہوگا۔ لیکن جب میں نے دوسری طرف جا کر اس دروازے کو بھی بدستور مقفل پایا۔ تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی +

میرے دماغ میں پھر ایک دفعہ وہی چوروں کا خیال آیا۔ اور میں نے اپنے آپ کو شب گزشتہ کی سستی اور غفلت پر سخت ملامت کی

میں نے پہلی منزل کی تمام کھڑکیوں کو اچھی طرح دیکھا۔ لیکن کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچا تھا۔ میں نے قفل نہایت غور سے دیکھے لیکن وہ بھی بالکل صحیح وسالم نظر آئے۔ اب یہ سوال پیدا ہوا۔ کہ اگر اس مکان میں چور ہی آئے تھے۔ تو وہ اس میں داخل کیونکر ہوئے؟ میں نے سوچا۔ کہ وہ پہلے شاگرد پیشہ کے مکانوں کی چھت پر چڑھے ہوں گے۔ جہاں نارتھ مور نے اپنا تصویر کشی کا مورچہ قائم کر رکھا تھا۔ اور وہاں سے دارلمطالعہ یا میری پرانی خواب گاہ کی کھڑکی کے ذریعے مکان میں داخل ہو گئے ہوں گے +

میں نے چوروں کی اس مفروضہ مثال کی پیروی کی۔ اور چھت پر پہنچ کر دونوں کمروں کی کھڑکیوں کا معائنہ کیا + دونوں بالکل بند تھیں۔ لیکن میں نے ہمت نہ ہاری۔ اور ذرا زور جو لگایا۔ تو ایک کھڑکی کھل گئی۔ لیکن میرے ہاتھ کی پشت پر ایک خراش سی آ گئی۔ مجھے یاد ہے۔ کہ میں نے فوراً اس زخم کو اپنے ہونٹوں سے چوسنا شروع کر دیا۔ اور آدھ منٹ تک اسے کتے کی طرح چاٹتا رہا + اس دوران میں میری نظریں بلا ارادہ ویران ترائی میں اور سمندر کی سطح پر آوارہ ہو رہی تھیں + میں نے دیکھا۔ کہ شمال مشرق کی طرف چند میل دور ایک بہت بڑی دو مستولوں کی کشتی چلی آ رہی ہے۔ اس کے

بعد میں نے کھڑکی کھولی۔ اور اُس پہ چڑھ کر مکان میں داخل ہو گیا۔ میں نے مکان کا چپہ چپہ دیکھ ڈالا۔ لیکن دم بدم مبہوت و ششدر ہوتا چلا گیا۔ مکان کے کسی حصے میں بھی ابتری کے آثار نہ تھے۔ بلکہ اس کے برعکس تمام کمرے خلافِ معمول نہایت صاف ستھرے اور خوش آئند معلوم ہوتے تھے۔ آتش دان میں لکڑی تیار رکھی تھی۔ کہ جس وقت ضرورت ہو۔ فوراً جلائی جا سکے۔ تین سونے کے کمرے نہایت اچھی طرح آراستہ تھے۔ حالانکہ نارتھ مور کی طبیعت آراستگی سے کوسوں دُور تھی۔ آفتابے پانی سے لبریز تھے۔ اور بستروں کے پردے کھچے ہوئے تھے۔ کھانے کے کمرے میں ایک میز تین اشخاص کے لئے سجی ہوئی تیار تھی۔ نعمت خانے کی الماری میں خشک گوشت۔ شکار کے گوشت اور ترکاریوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔ یہ تو ظاہر تھا۔ کہ مہمان آنے والے ہیں۔ لیکن یہ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کہ نارتھ مور جیسا آدمی جو سوسائٹی سے اس قدر متنفر ہے۔ میزبان کیونکر بن گیا۔ اور سب سے زیادہ عجیب معاملہ یہ تھا۔ کہ آدھی رات کے وقت چوری چھپے آکر مکان کو سجانا اور مہمانی کے لئے تیار کرنا کیا ضرور تھا۔ اور تمام کھڑکیوں کو بند کرنے اور دروازوں پہ قفل چڑھا دینے کی کیا ضرورت

پیش آگئی تھی ٭

میں نے اپنی آمد کے تمام آثار معدوم کر دئیے۔ اور نہایت متانت اور تفکّر کی حالت میں کھڑکی سے باہر نکل آیا ٭

کشتی سمندر میں ابھی اسی مقام پر نظر آ رہی تھی۔ مجھے ایک لمحے کے لئے خیال آیا۔ کہ شاید یہ "ریڈ ارل" کشتی ہو۔ اور قصر کا مالک اور اُس کے مہمان اسی میں آ رہے ہوں۔ لیکن بعد میں دیکھا کہ کشتی کا رُخ کسی اَور طرف کو ہو گیا ہے ٭

فصل دوم

رات کو کشتی میں سے مسافروں کا اُترنا

مجھے بہت زور کی بھوک لگ رہی تھی۔ اور گھوڑے کی دیکھ بھال بھی کرنی تھی۔ کیونکہ میں نے صبح سے اُس کو دیکھا بھی نہ تھا۔ اس لئے میں نے اپنی کھوہ میں آکر اپنے لئے کھانا پکایا۔ اور کھایا۔ وقتاً فوقتاً میں جنگل سے نکل کر ادھر اُدھر نظریں دوڑاتا تھا۔ لیکن قصر کی حالت میں کوئی تغیر واقع نہ ہوا تھا۔ اور ترائی میں بھی کوئی انسانی صورت نظر نہ آتی تھی۔ اس تمام دائرے میں جہاں تک میری نظر کام کرتی تھی۔ زندگی کا نشان صرف اسی کشتی میں نظر آتا تھا۔ جو دُور گہرے سمندر میں کھڑی تھی۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کشتی کی منزل مقصود کوئی نہیں۔ وہ کبھی ٹھہر جاتی۔ کبھی ایک طرف کو چل دیتی کبھی دوسری طرف روانہ ہو جاتی۔ غرض ساعت بہ ساعت اس کا مقام بدلتا رہتا۔ لیکن شام کا اندھیرا جتنا بھی گہرا ہوتا گیا۔ وہ آہستہ

آہستہ ساحل کے قریب آنے لگی۔ مجھے اس خیال پر اَور بھی زیادہ یقین ہو گیا۔ کہ کشتی میں نا رتھ مور اور اُس کے مہمان سوار ہیں۔ اور وہ بہت سی رات گئے ساحل پر اُتریں گے۔ کیونکہ ایک تو مکان کی خفیہ صفائی اور تیاری سے یہ نتیجہ نکلتا تھا۔ کہ اُن لوگوں کا ورُود بھی پوشیدہ ہی ہو گا۔ اور دوسری وجہ یہ تھی۔ کہ مد و جزر کے اعتبار سے بھی "گریڈن فلو" اور دوسری دلدلوں تک جو حملہ آوروں سے ساحل کی حفاظت کر رہی تھیں رات کے گیارہ بجے سے پہلے اتنا کافی پانی نہیں آسکتا تھا۔ کہ اس میں سے کشتی ساحل تک پہنچ سکے۔

دن بھر تو ہوا کا رُخ سمندر کی طرف تھا۔ اور لہریں گہرائی کی طرف اُڑی چلی جا رہی تھیں۔ لیکن غروب آفتاب کے قریب موسم کی حالت پھر وہی ہو گئی۔ جو اس سے پہلے دن تھی۔ رات کی تاریکی نہایت گہری تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ تیز آندھی کے فرّاٹے سمندر کی طرف سے اس قدر جوش و خروش کے ساتھ آرہے تھے۔ گویا ایک دم پورا توپ خانہ داغا جا رہا ہے کسی کسی وقت مینہ کی ایک بوچھاڑ بھی پڑ جاتی تھی۔ اور آندھی کے ساتھ ہی ساتھ امواج بحر کا تلاطم زیادہ پُر خروش ہوتا جاتا تھا۔

میں اپنی کھوہ سے واپس آکر جھاڑیوں میں گھات لگائے بیٹھا تھا
کہ کشتی کے مستول پر ایک بتی روشن نظر آئی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔
کہ کشتی دن کی نسبت اس وقت ساحل سے قریب تر پہنچ چکی ہے +
میں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ یہ بتی نارتھمور کے اُن رفقا کے
لئے جو ساحل پر ہوں گے۔ ایک قسم کے اشارے کا کام دے
رہی ہے۔ چنانچہ یہ سوچ کر میں باہر نکلا۔ اور ترائی کی طرف چل دیا۔
اس کے ساتھ ہی اپنے آس پاس نظر بھی ڈالتا جاتا تھا۔ کہ شاید کوئی
اثر حیات نظر آجائے +

جنگل کے کنارے ایک پگڈنڈی اس قطعۂ اراضی
کی متعلقہ حویلی اور اُس قصر کے درمیان آمدورفت کا وسیلہ تھی +
جوں ہی میں نے اُس طرف نظر ڈالی۔ مجھے کوئی دو فرلانگ کے
فاصلے پر روشنی کی ایک جھلک دکھائی دی۔ جو دم بدم قریب تر
آرہی تھی۔ اس کے بے قاعدہ رستے سے اور بار بار چھپنے اور
ظاہر ہونے سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ کوئی شخص لالٹین لئے
پگڈنڈی پر آرہا ہے۔ کبھی کبھی آندھی کے تیز و تند فراٹوں
سے گھبرا کر ٹھہر جاتا ہے۔ اور کبھی لڑکھڑا جاتا ہے + میں
پھر جھاڑیوں میں چھپ گیا۔ اور اس شخص کا نہایت بیتابی سے

انتظار کرنے لگا۔ وہ ایک عورت تھی۔ جب وہ میری کمین گاہ کے قریب سے گزری۔ تو میں نے اُسے پہچان بھی لیا۔ وہ گونگی اور بہری بڑھیا۔ جس نے نارتھمور کو بچپن میں پالا تھا۔ آج اس خفیہ کام میں اس کی معاون بنی ہوئی تھی۔

میں کسی قدر فاصلے پر اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ بلندیوں اور بے شمار کھنڈوں کو تاریکی نے پوشیدہ کر رکھا تھا۔ لہٰذا مجھے کوئی نہ دیکھ سکتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک تو یہ اناّ بالکل بہری تھی۔ دوسرے آندھی اور تلاطم نے شورِ محشر برپا کر رکھا تھا۔ چنانچہ میں بہت بے فکری سے اس کی حرکات کا معائنہ کرتا رہا۔ بڑھیا سیدھی قصر میں داخل ہو کر سب سے پہلے اوپر کی منزل پر چڑھ گئی۔ اور ایک کھڑکی میں جو سمندر کی جانب کھلتی تھی۔ ایک بتی روشن کر دی۔ عین اس وقت کشتی کے مستول پر سے لالٹین اُتار کر گل کر دی گئی۔ مقصد پورا ہو چکا تھا۔ اور جہاز والوں کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ ان کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ بڑھیا اپنی دوسری تیاریوں میں محو ہو گئی۔ اگرچہ اَور تمام کھڑکیاں بند تھیں۔ لیکن مجھے اُن میں سے روشنی کی حرکت صاف دکھائی دے رہی تھی۔ اور دفعتاً دُود کشوں میں سے یکے بعد دیگرے جو شرارے بلند ہوئے۔ تو معلوم ہو گیا۔ کہ سب کمروں

کے آتش دان روشن کئے جا رہے ہیں ؛

اب میں نے سوچا۔ کہ نارتھ مور اور اُس کے دوست اس وقت ساحل پر اُتریں گے۔ جب پانی اس کے برفانی حصے پر پُہنچ جائے گا ؛ رات بہت خطرناک تھی۔ خصوصًا اس وقت کشتی چلانا تو تقریبًا ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ اور جب میں نے ساحل پر اُترنے کے خطرات کا اندازہ کیا۔ تو میری دلچسپی میں دہشت بھی شامل ہوگئی۔ اس میں شک نہیں۔ کہ میرا یہ پُرانا شناسا دُنیا کا بہت بڑا خبطی تھا۔ یہ تازہ خبط تو اس قدر خطرناک تھا۔ جس کے خیال سے بھی کلیجہ مُنہ کو آتا ہے ؛ مختلف احساسات سے مجبور ہوکر میں ساحل کی طرف چل دیا۔ وہاں ایک پگڈنڈی ساحل سے قصر تک جاتی تھی۔ میں اس کے پاس کوئی چھ فٹ کے فاصلے پر ایک گڑھے میں اوندھا لیٹا رہا۔ اور دل میں یہ سوچتا رہا۔ کہ اب میں ان لوگوں کو ضرور پہچان لوں گا۔ اور اگر یہ اپنے شناسا ہی نکل آئے۔ تو اُن کے اُترتے ہی سلام اور مزاج پرسی سے اُن کا استقبال کروں گا ؛

گیارہ بجے سے کچھ پہلے ہی کا ذکر ہے۔ ابھی سمندر کا مد پُوری طرح بلند نہ ہُوا تھا۔ اور خطرہ بدستور ہی تھا۔ کہ اتنے میں

مجھے ساحل کے قریب ایک کشتی کی لالٹین نظر آئی۔ میں نے ادھر
توجہ کی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ سمندر میں ذرا دُور ایک اَور کشتی بھی
چلی آرہی ہے۔ کبھی بہت زور سے ڈگمگا جاتی ہے۔ اور کبھی موجوں
کے تھپیڑوں میں پوشیدہ ہو جاتی ہے + رات کے گزرنے کے
ساتھ ہی ساتھ موسم خراب تر ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اور سمندر کے
کنارے پر کشتی کا قیام بھی خطرے سے خالی نہ تھا۔ اور غالباً یہی
وجہ تھی۔ کہ وہ لوگ حتی الامکان جلد سے جلد کنارے پر اُتر پڑنے
کی کوشش کر رہے تھے +

تھوڑی دیر بعد چار ملّاح ایک بہت بھاری صندوق اُٹھائے
میرے پاس ہی سامنے سے گزرے۔ ان کے آگے آگے پانچواں
ملّاح لالٹین ہاتھ میں لئے انھیں رستہ دکھا رہا تھا۔ ان پانچوں کو
بوڑھی اتّا نے قصر میں داخل کر لیا۔ اس کے بعد پھر وہ کنارے پر
واپس آ گئے۔ اور جب تیسری دفعہ میرے سامنے سے گزرے
تو ایک پہلے سے بڑا صندوق اُٹھائے ہوئے تھے۔ لیکن بظاہر
وہ اس قدر بوجھل معلوم نہ ہوتا تھا + اس کے بعد انھوں نے تیسرا
پھیرا کیا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ ایک ملّاح تو ایک چرمی پورٹ مَنٹو
اُٹھائے ہوئے ہے۔ اور دوسرے ایک خاتون کا ٹرنک

اور دستی بیگ لئے ہوئے چلے آرہے ہیں۔ میرا جذبۂ رازجوئی بیدار ہوگیا۔ اور میں نے سوچا۔ کہ اگر نارتھ مور کے مہمانوں میں کوئی عورت بھی ہے۔ تو پھر اُس کے عادات میں بہت ہی بڑا انقلاب ہوُا ہوگا۔ اور اُس نے اپنے عزیز ترین اصولِ زندگی بہت کچھ بدل ڈالے ہوں گے + یہ خیال میرے لئے بے انتہا استعجاب کا باعث تھا۔ کیونکہ جب میں اور وہ دونوں اس قصر میں اکٹھے رہا کرتے تھے۔ تو یہ قصر عورت سے نفرت کرنے کا ایک مندر بنا ہوُا تھا۔ لیکن اب اس مکروہ اور قابلِ نفرت صنف کو اس کی چھت کے نیچے دعوت دی جا رہی تھی + ایک دن پیشتر جب میں نے اس گھر کی اندرونی تیاریوں کا معائنہ کیا تھا۔ تو مجھے ایک دو خاص چیزیں نظر آئی تھیں۔ جن میں کسی قدر نفاست بلکہ غیر ضروری تکلّف کا رنگ نمایاں تھا۔ یہ چیزیں مجھے اب پھر یاد آئیں۔ اور اب تو اُن کا مقصد و مدعا بھی واضح ہوگیا + میں نے اپنی عقل کی کمی پر افسوس کیا۔ کہ یہ چیز میری سمجھ میں پہلے ہی کیوں نہ آگئی +

میں اسی طرح خیالات میں مستغرق تھا۔ کہ اتنے میں ایک اَور لالٹین ساحل کی طرف سے میرے قریب آتی ہوئی معلوم

ہوئی ۔ اس لالٹین کو ایک کشتیبان اُٹھائے ہوئے تھا۔ اور دو اَور اشخاص کو اپنے ساتھ قصر کی طرف لا رہا تھا ۔ میں نے اب تک اس کشتیبان کی صورت نہ دیکھی تھی ۔ یہ دونوں شخص بلاشبہ وہ مہمان تھے ۔ جن کی خاطر مکان میں تیاریاں کی گئی تھیں ۔ چنانچہ جب وہ پاس سے گزرے ۔ تو میں نے ہمہ تن چشم و گوش ہو کر اُن کی صورتوں اور باتوں کا جائزہ لینا شروع کیا ۔ ایک تو غیر معمولی بلند قامت آدمی تھا۔ جس نے ایک سفری ٹوپی اپنی آنکھوں کے اوپر جھکا کر اوڑھ رکھی تھی ۔ اور سرحدی فیشن کا ایک بارانی کوٹ پہن رکھا تھا۔ جس میں بہت سے بٹن لگے ہوئے تھے۔ اور جس کا گریبان اس شخص نے اس طرح اُلٹ رکھا تھا۔ کہ اس کا چہرہ نظر نہ آتا تھا۔ اس کے متعلق میں اس سے زیادہ معلوم نہ کر سکا۔ کہ وہ بہت بلند قامت ہے۔ اور جھُک جھُک کر ضعیفانہ انداز سے چل رہا ہے ۔ اس کے پہلو میں ایک دوسری شخصیت تھی ۔ جو خدا معلوم اس سے لپٹی ہوئی تھی ۔ یا شاید اسے سہارا دے رہی تھی ۔ بہر حال وہ ایک نوجوان کشیدہ قامت اور چھریرے بدن کی عورت تھی ۔ اس کا رنگ نہایت زرد ہو رہا تھا۔ لیکن لالٹین کی روشنی میں اس کا چہرہ گہری اور متغیر تاریکیوں کے باعث اس قدر بگڑا ہوا نظر آرہا تھا۔

کہ اس کے متعلق کچھ رائے قائم نہ کی جا سکتی تھی۔ ممکن تھا۔ کہ وہ گناہ کی طرح بدصورت ہو۔ یا اتنی ہی حسین و جمیل ہو۔ جیسا میں نے اسے بعد میں پایا ✣

جب یہ لوگ عین میرے سامنے پہنچ گئے۔ تو عورت نے کچھ الفاظ کہے۔ جو آندھی کے شور کی وجہ سے سنائی نہ دے سکے ✣

اس کے ساتھی نے کہا "چپ!" یہ لفظ کچھ ایسے لہجے میں ادا کیا گیا۔ کہ اسے سن کر میرے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ بلکہ میری ہمت مجھے جواب دینے لگی ✣ اس لفظ سے صاف معلوم ہو رہا تھا۔ کہ اس کا کہنے والا نہایت مہلک خوف و دہشت میں مبتلا ہے۔ میں نے زندگی بھر اس قسم کا مؤثر لفظ نہ سنا تھا۔ اور اب بھی جب کبھی راتوں کو مجھ پر اضطراب کی کیفیت مسلط ہوتی ہے۔ اور میرا دماغ پرانے واقعات کو یاد کرتا ہے۔ تو یہ لفظ میرے کانوں میں اسی طرح سنائی دیتا ہے ✣ یہ شخص "چپ" کہتے ہوئے اس عورت کی طرف مڑا۔ تو میں نے ایک جھلک میں یہ دیکھا۔ کہ اس کی داڑھی سرخ ہے۔ ناک جوانی کے زمانے میں ٹوٹ چکی ہے۔ چھوٹی چھوٹی آنکھیں اس کے چہرے پر چمک رہی ہیں۔ اور ان میں کوئی تیز و تند لیکن ناگوار سا جذبہ جھلک رہا ہے ✣

یہ دونوں میرے پاس سے گزر گئے۔ اور اپنی باری آنے پر قصر میں داخل کر لئے گئے *

کشتی کے ناخدا ایک ایک کر کے یا ٹولیوں میں ساحل کی طرف واپس لوٹ گئے * آندھی کے ساتھ ہی میں نے ایک بلند اور خوش آئند آواز سُنی۔ "دھکیلے جاؤ"! پھر ایک وقفے کے بعد ایک اَور لالٹین پاس آتی ہوئی دکھائی دی۔ اب کے نارتھ مور تنہا آ رہا تھا *

میں اور میری بیوی دونوں اکثر اس امر پر تعجب کیا کرتے تھے کہ کوئی شخص نارتھ مور کی طرح ایک ہی وقت میں اتنا وجیہہ اور اتنا مکروہ کیونکر ہو سکتا ہے * بظاہر وہ نہایت خوش اطوار آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اس کے چہرے پر ذہانت اور جرأت کے تمام آثار نمایاں تھے۔ لیکن اگر اس کے چہرے کو اس کی نوازش و مرحمت کے اوقات میں بھی صرف ایک دفعہ دیکھ لیجئے۔ تو صاف نظر آ جاتا تھا۔ کہ وہ شخص غلاموں کے کپتان کی سی بدمزاجی کا سرمایہ دار ہے * میں نے آج تک کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا۔ جو نارتھ مور کی طرح ایک ہی وقت میں اشتعال پذیر طبیعت بھی رکھتا ہو اور کینہ ور اور انتقام پسند بھی ہو * اس میں جنوبی باشندوں کی سی تیزی اور شوخی بھی تھی۔

اور شمال کے رہنے والوں کا سا مستقل اور مہلک بغض و عناد بھی تھا۔ یہ دونوں خصوصیتیں اس کے چہرے پر صاف لکھی ہوئی تھیں۔ اور اس کا چہرہ بالکل ایک خطرے کا نشان معلوم ہوتا تھا۔ وہ کشیدہ قامت۔ طاقت ور اور پھرتیلا آدمی تھا۔ بال سیاہ تھے۔ رنگ گندمی تھا۔ خط و خال بہت خوشنما تھے۔ لیکن چہرہ خشونت کے آثار کے باعث بگڑا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

اس موقع پر وہ عام حالت سے کسی قدر زرد رو نظر آتا تھا۔ اس کے ابروؤں پر گہری شکنیں پڑی ہوئی تھیں۔ ہونٹ کسی قدر متحرک تھے۔ اور وہ اپنے آس پاس نہایت سرعت سے نظریں دوڑا رہا تھا۔ گویا شدید خطرات سے گھرا ہوا ہے۔ لیکن اس کے باوجود میرے نزدیک اُس کی ظاہری حالت کے اندر ایک فاتحانہ انداز پوشیدہ تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ کسی کام میں سخت کوشش کر چکا ہے۔ اور اب کامیابی بہت قریب ہے۔

کچھ تو اس خیال سے۔ کہ اس طرح چھپ کر دیکھنا نامناسب سا ہے۔ (گو یہ خیال بہت دیر میں آیا) اور کچھ اس وجہ سے کہ ایک شناسا کو چونکا دینے سے ایک خاص مسرت حاصل ہوتی ہے۔ میں نے چاہا۔ کہ میں فی الفور نا رکھ مور پر اپنے آپ کو ظاہر کر دوں چنانچہ

میں ایک دم اُٹھ کر آگے بڑھا۔ اور میں نے پُکار کر کہا "نارتھ مور!" مجھے عمر بھر اس قدر ناگوار اور ناگہانی صدمہ پیش نہ آیا تھا۔

نارتھ مور ایک لفظ کہے بغیر مجھ پر جھپٹا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی چمکتی ہوئی چیز نظر آئی۔ اور اس نے میرے سینے میں ایک خنجر مارنا چاہا۔ لیکن میں نے دفعتاً اسے ٹھکرا کر سر کے بل گرا دیا۔ خدا جانے یہ میری سُرعت کا یا اُس کی گھبراہٹ کا نتیجہ تھا۔ لیکن اس کے خنجر سے صرف میرے کندھے پر ذرا سی خراش آئی۔ اور خنجر کا قبضہ اور نارتھ مور کا گھونسا بہت زور کے ساتھ میرے مُنہ پر پڑا۔

میں بھاگا۔ مگر بہت دور نہیں گیا۔ میں نے ریت کے ٹیلوں میں بارہا بہت سی کمین گاہیں اور بہت سے خفیہ مقامات دیکھ رکھے تھے۔ چنانچہ جہاں یہ جھڑپ ہوئی تھی۔ وہاں سے کوئی دس گز کے فاصلے پر پہنچ کر میں پھر گھاس پر لیٹ گیا۔ لالٹین نارتھ مور کے ہاتھ سے گر کر بجھ چکی تھی۔ اور میرے لئے سب سے زیادہ حیرت انگیز یہ امر تھا۔ کہ نارتھ مور ایک چھلانگ میں قصر تک پہنچ گیا۔ اور جھٹ اُس میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ آہنی چٹخنی کی آواز مجھے صاف سُنائی دی۔

اس نے میرا تعاقب نہ کیا تھا۔ وہ نارتھ مور جسے میں نہایت شوریدہ سر اور دلیر آدمی سمجھتا تھا۔ اپنی جان بچا کر بھاگ گیا تھا۔

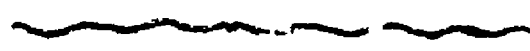
مجھے اپنے فہم و دانش پر یقین نہ آتا تھا۔ لیکن اس رات کے تمام کاروبار میں اس قدر ناقابل یقین واقعات پیش آئے تھے۔ کہ یقین اور گمان پر کوئی حکم نہ لگایا جا سکتا تھا۔ آخر قصر میں خفیہ طور پر مہمانی کی تیاریاں کیوں کی گئیں؟ نارتھ مور آدھی رات کے وقت طوفان کی حالت میں اپنے مہمانوں کو یہاں کیوں لایا؟ اس نے مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیوں کیا؟ کیا اس نے میری آواز نہ پہچانی ہوگی؟ میں حیرت کی تصویر بنا ہوا تھا۔ سب سے زیادہ پیچیدہ سوال یہ تھا۔ کہ نارتھ مور اپنے ہاتھ میں ایک کھلا خنجر لئے ہوئے کیوں آرہا تھا؟ فی زمانا خنجر یا تیز چھرا لئے پھرنا کچھ بہت ہی عجیب معلوم ہوتا ہے۔ ایک شریف آدمی جو اپنی کشتی سے اُتر کر اپنی ذاتی جائداد میں داخل ہو رہا ہو۔ گو رات ہی کا وقت ہو۔ اور اگرچہ پُر اسرار حالات ہی کیوں نہ ہوں۔ عام طور پر اس طرح کیل کانٹے سے لیس ہو کر نہیں آیا کرتا۔ اور اسے یہ ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ کہ کسی دشمن کے مہلک حملے کے لئے بالکل تیار ہو کر آئے۔ میں جس قدر غور کرتا تھا۔ اُسی قدر میرا دماغ مختل ہوا جا رہا تھا۔ میں نے ان اسرار کے عناصر کا تجزیہ کرنا اور انھیں انگلیوں پر گننا شروع کیا۔ اوّل قصر میں مہمانوں کی آمد کے لئے خفیہ تیاری۔ دوم۔ مہمانوں کی جانوں

اور کشتی کی سلامتی کو خطرے میں ڈال کر اُترنا۔ سوم مہمانوں میں سے کم از کم ایک کا بلا وجہ اس قدر وہشت زدہ ہونا۔ چہارم نارتھ مور کا خنجر لیئے ہوئے آنا۔ پنجم۔ اس کا اپنے ایک جانی دوست پر مہلک وار کرنا۔ ششم۔ سب سے زیادہ عجیب یہ واقعہ کہ نارتھ مور نے جس شخص کے قتل پر ہاتھ اُٹھایا تھا۔ اُس کو چھوڑ کر بھاگ جانا۔ اور ایک شکار کی طرح قصر کے اندر چھپ کر اپنی جان بچانا + یہ چھ مختلف امور انتہائی حیرت و استعجاب کا باعث تھے۔ اور سب کے سب مل کر ایک پوری داستان کے ابواب بن جاتے تھے سچ یہ ہے۔ کہ مجھے اپنے حواس پر یقین کرنے سے شرم آ رہی تھی + میں حیرت کی تصویر بنا ہوا کھڑا تھا۔ کہ اتنے میں مجھے اُن چوٹوں کا احساس ہونے لگا۔ جو اس جھڑپ میں مجھے لگی تھیں + آخر میں ریت کے ٹیلوں میں سے گزرتا ہوا۔ ایک پیچیدہ رستے سے جنگل کے اندر اپنی فرودگاہ میں پہنچ گیا + راستے میں چند گز کے فاصلے پر میں نے دیکھا۔ کہ بڑھیا اُتا اپنی لالٹین ہاتھ میں لیئے گرینڈن کی حویلی کی طرف واپس جا رہی ہے + یہ اس داستان کی ساتویں مشتبہ فصل تھی۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ نارتھ مور اور اُس کے مہمانوں نے کھانا پکانے اور برتن صاف کرنے کا کام اپنے ہی ذمے لے رکھا ہے۔ اور

بڑھیا بدستور گریڈن کی خالی بارک ہی میں سکونت پذیر رہے گی ۔ میں نے
سوچا ۔ کہ اس تمام معاملے میں کوئی بہت ہی بڑا راز ہوگا ۔ جس کے
محفوظ رکھنے کے لئے اس قدر تکلیفیں گوارا کی جا رہی ہیں ۔

میں یہ سوچ کر اپنی کھوہ کی طرف گیا ۔ اور مزید تحفظ اور
بے فکری کی غرض سے الاؤ کو پاؤں مار مار کر بجھا دیا ۔ اس کے
بعد اپنے کندھے کا زخم دیکھنے کے لئے لالٹین جلائی ۔ گو زخم
میں سے خون برابر بہہ رہا تھا ۔ لیکن اسے ضرب خفیف ہی سمجھنا
چاہئے ۔ میرا ہاتھ تو زخم تک بخوبی نہ پہنچتا تھا ۔ لیکن بہر حال میں نے
چشمے کے پانی میں ایک دھجی بھگو کر جوں توں کرکے اس پر باندھ دی ۔
اس دوران میں میرے دماغ نے نارتھ مور اور اس کے راز
کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ۔ میں طبعاً غصیلا آدمی نہیں ہوں ۔
اور مجھے یقین ہے ۔ کہ اس اعلان جنگ میں بھی غیظ و غضب کی
نسبت راز جوئی کا جذبہ غالب تھا ۔ چونکہ جنگ کا عزم کیا جا چکا تھا
اس لئے میں نے تیاری بھی شروع کر دی ۔ اپنا ریوالور نکالا ۔
خالی کارتوس نکال کر پھینک دئیے ۔ اور اسے صاف کرکے
دوبارہ احتیاط سے نئے کارتوس بھر لئے ۔ اس کے بعد مجھے
اپنے گھوڑے کا خیال آیا ۔ اور مجھے فکر پیدا ہوئی ۔ کہ مبادا وہ

وہ رسّا تڑا کر بھاگ جائے۔ یا ہنہنانا شروع کر کے اس راز کو فاش کر دے۔ کہ میں جنگل میں ڈیرا ڈالے پڑا ہوں، میں نے گھوڑے کو الگ کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ صبح ہونے سے پیشتر میں اسے ترائی میں سے ماہی گیروں کے دیہات کی طرف لے جا رہا تھا ⁂





فصل سوم

بیوی سے کیونکر شناسائی ہوئی

میں دو دن تک ترائی کی ناہموار سطح سے فائدہ اُٹھا کر قصر کے گرد ہی دبکا ہوا پڑا رہا۔ اور اس دوران میں ضروری چالوں کا بہت بڑا ماہر ہو گیا۔ یہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں اور نیچی نیچی وادیاں میرے مسحورکن لیکن غالباً ذلیل شغل کے لیئے ایک پردہ اخفا کا کام دیتی تھیں۔ لیکن ان تمام فوائد کے باوجود مجھے نارتھ مور یا اُس کے مہمانوں کا کچھ بھی حال معلوم نہ ہو سکا +

جب رات کا اندھیرا اگھٹا ٹوپ چھا جاتا۔ تو بڑھیا حویلی سے اشیائے خوردنی کی نئی رسد لے کر قصر میں پہنچ جاتی + نارتھ مور اور نوجوان خاتون کبھی اکٹھے اور کبھی اکیلے ایک دو گھنٹے کے لئے

بالو کے پاس ساحل پر چہل قدمی کیا کرتے تھے۔ میں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ یہ مقام محض اخفا کی غرض سے سیر کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ جگہ صرف سمندر کی طرف کھلی ہوئی تھی۔ لیکن میرے لئے بھی یہی مقام سب سے زیادہ موزوں تھا۔ کیونکہ ریت کے بلند ترین ٹیلے اس کے پاس ہی واقع تھے۔ اور میں ان ٹیلوں کی کسی نکسی کھوہ میں لیٹ کر نارتھ مور یا نوجوان خاتون کو گلگشت کرتے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔

بلند قامت آدمی غالباً کہیں غائب ہو گیا تھا۔ صرف یہی نہیں۔ کہ اس نے پھر دہلیز پر قدم ہی نہ رکھا تھا۔ بلکہ کسی کھڑکی میں بھی کبھی اس کا چہرا دکھائی نہ دیا تھا۔ کم از کم جہاں تک میں دیکھ سکتا تھا۔ وہ مجھے بالکل نظر نہ آیا تھا۔ میں دن کے وقت تو ایک خاص فاصلے سے زیادہ تجاوز کرنے کی جرأت کبھی نہ کرتا تھا۔ کیونکہ قصر کی بالائی منزل سے ترائی کے زیریں حصوں تک نظر پڑتی تھی۔ رہا رات کا وقت۔ جب میں ذرا آگے بڑھ سکتا تھا۔ تو نیچے کی کھڑکیاں اس طرح مضبوطی سے بند ہوتی تھیں۔ گویا کسی محاصرے کا مقابلہ درپیش ہے۔ بعض اوقات تو مجھے یہ خیال آتا تھا۔ کہ بلند قامت آدمی بیمار ہو گیا ہو گا۔ کیونکہ مجھے اس کا

ضعیفانہ اندازِ رفتار، اچھی طرح یاد تھا۔ اور بعض اوقات میں یہ سمجھتا تھا۔ کہ وہ قصر سے چلا گیا ہوگا۔ اور اب صرف نارتھمور اور نوجوان خاتون دونوں اکٹھے اس میں رہتے ہونگے۔ یہ خیال اُس وقت بھی مجھے ناگوار ہوتا تھا؛

ان دونوں کے درمیان میاں بیوی کے تعلقات تھے یا نہیں۔ یہ تو مجھے معلوم نہ تھا۔ لیکن میرے پاس اس شبہ کے کافی ثبوت موجود تھے۔ کہ ان کے تعلقات میں خوشگواری نام کو بھی نہ تھی؛ اگرچہ میں نے اُن کی گفتگو کا ایک لفظ بھی نہ سُنا تھا۔ اور نہ اُن کے چہروں پر کسی قطعی تاثر کا مشاہدہ کیا تھا۔ لیکن اوضاع و اطوار میں کچھ ایسا بُعد بلکہ ایسی خشونت سی پائی جاتی تھی۔ کہ وہ دونوں بے تعلق بلکہ ایک دوسرے کے دشمن معلوم ہوتے تھے؛ یہ لڑکی جب کبھی نارتھمور کے ساتھ ہوتی۔ اس کی رفتار تیز ہوا کرتی تھی۔ لیکن تنہائی میں ہمیشہ آہستہ چلا کرتی تھی۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ اگر مرد و عورت کا ایک دوسرے کی طرف میلانِ خاطر ہو۔ تو ان کے قدم تیز نہیں۔ بلکہ آہستہ اُٹھتے ہیں؛ اس کے علاوہ یہ عورت ہمیشہ نارتھمور سے کوئی ایک گز کے فاصلے پر رہتی تھی۔ اور اپنی چھتری کو اس کے اور اپنے درمیان ایک روک بنائے رکھتی تھی

نارتھ مور اپنے پہلو کی طرف سرکتا ہوا اس کے قریب آنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ لیکن وہ برابر پرے ہٹتی چلی جاتی تھی۔ گویا وہ دونوں ساحل کے پاس پاس ترچھا رستہ طے کرتے چلے جاتے تھے۔ اور یہ بڑھنا اور گھٹنا یہاں تک جاری رہتا تھا۔ کہ اگر چند قدم اَور چلیں۔ تو سمندر میں جا پڑیں۔ لیکن جوں ہی اس قسم کا موقع قریب آتا۔ لڑکی نہایت سادگی سے پہلو بدل کر دوسری طرف آجاتی۔ اور نارتھ مور کو اپنے اور سمندر کے درمیان حائل کر دیتی + میں ان حرکات کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا۔ اور ان کی ہر حرکت پر اپنے آپ ہی ہنس دیتا +

تیسرے دن صبح کے وقت وہ کچھ مدت تک اکیلی ٹہلتی رہی۔ اور میں یہ دیکھ کر بہت متردّد ہوا۔ کہ متعدّد دفعہ اس کے آنسو نکل آئے + مجھے اس عورت سے جتنا تعلّق خاطر پیدا ہو گیا تھا۔ میں خود بھی اس کا اب تک اندازہ نہ کر سکا تھا۔ اس کے اندازِ رفتار میں استحکام کے باوجود ایک لچک سی پائی جاتی تھی۔ وہ اپنے سر کو ایک بے نظیر شکوہ کے ساتھ اُٹھائے رکھتی تھی۔ اس کا ہر ہر قدم دیکھنے اور قدر کرنے کے قابل تھا۔ اور میری نگاہوں میں اس کے تمام حرکات و سکنات سے محبوبیت اور امتیاز کا

رنگ جھلک رہا تھا ✦

اس دن موسم نہایت خوشگوار اور پُرسکون تھا۔ آفتاب نہایت شان سے چمک رہا تھا۔ سمندر بالکل ساکن تھا۔ اور ہوا میں ایک خوش آئند تیزی اور زندگی کے آثار پیدا تھے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ وہ عورت اپنی عادت کے خلاف دوسری دفعہ پھر پھر خراماں خراماں چہل قدمی کے لئے نکل آئی ✦ اس دفعہ نارتھمور اس کے ساتھ تھا۔ اور ابھی انہیں ساحل پر آئے ہوئے تھوڑی ہی مدت گزری تھی ✦ میں نے دیکھا۔ کہ نارتھمور نے زبردستی اس خاتون کا ہاتھ پکڑ لیا ✦ عورت ہاتھ چھڑانے کے لئے کشمکش کرنے لگی۔ اور اس کے مُنہ سے ایک آواز نکلی جو تقریباً چیخ سے مشابہ تھی ✦ میں اپنی عجیب حالت وحیثیت کا خیال کئے بغیر اُچھل کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن ابھی آگے قدم بڑھانے نہ پایا تھا۔ کہ مجھے نارتھمور ننگے سر اس عورت کے آگے سر جھکائے کھڑا ہوا نظر آیا۔ گویا معذرت کر رہا ہے۔ چنانچہ میں پھر اپنی کمین گاہ میں دبک کر لیٹ گیا ✦ ان دونوں کے درمیان چند الفاظ کا مبادلہ ہوا۔ اور اس کے بعد نارتھمور پھر آداب بجا لاکر ساحل سے قصر کی طرف روانہ ہو گیا ✦ جب وہ میرے پاس سے گزرا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ اس کا سَر

جھکا ہوا ہے - چہرے پر شرم کی سُرخی نمایاں ہے - اور وہ اپنی
بید کی چھڑی کو گھاس پر وحشیانہ مار رہا ہے + میں نے یہ بھی دیکھا - کہ
اس کی دائیں آنکھ کے نیچے ایک بڑا زخم ہے - اور جسم تمام کے
گردنیل پڑے ہوئے ہیں - یہ میرے ہاتھ کی لگائی ہوئی چوٹیں تھیں -
اور مجھے ان کے نشانات دیکھ کر ایک خاص قسم کا اطمینان ہوا +
کچھ دیر تک تو وہ لڑکی وہیں کھڑی رہی - جہاں نارتھمور اسے
چھوڑ گیا تھا - اور سامنے کے ٹاپو اور درخشاں سمندر کو دیکھتی رہی -
لیکن اس کے بعد اچانک چونک اُٹھی - گویا اس نے خیالات کی اُلجھن
سے دامن چھڑا کر پھر اپنا حوصلہ بلند کیا - اور تیز قدم اُٹھاتی ہوئی
چل دی + اس کی رفتار میں ایک عزم قطعی پایا جاتا تھا - وہ نارتھمور
کی حرکت پر بہت مشتعل ہو رہی تھی - اور بھول گئی تھی - کہ وہ کہاں
ہے اور کدھر جا رہی ہے + میں نے دیکھا - کہ وہ ریتی کی آخری
حدود کی طرف آ رہی ہے - جہاں ایک ایک قدم خطرناک ہوتا
ہے + اگر وہ دو تین قدم بھی اَور آگے بڑھتی - تو اس کی جان
شدید خطرے میں پڑ جاتی + لیکن میں ریت کے ٹیلے پر سے پھسلتا
ہوا نیچے اُترا - نصف رستہ بھاگتا ہوا آیا - اور میں نے پکار کر
کہا "یہیں ٹھہر جاؤ" +

وہ ٹھہر گئی۔ اور مڑ کر دیکھنے لگی + اس کے انداز میں خوف و وحشت کا نام نہ تھا۔ اور وہ میری طرف براہ راست ایک ملکہ کی شان و شکوہ سے بڑھتی ہوئی چلی آئی + میں ننگے پاؤں آرہا تھا۔ میرے کپڑے عام ملاحوں کے سے تھے۔ البتہ ایک مصری پٹکا میری کمر کے گرد بندھا ہوا تھا + اس لڑکی نے غالباً پہلی نظر میں یہ سمجھا۔ کہ میں ماہی گیروں کے گاؤں کا کوئی آدمی ہوں۔ اور مچھلی کے لئے طعمہ تلاش کر رہا ہوں + جب میں نے اسے اپنے روبرو دیکھا۔ اور جب اس نے اپنی نگاہیں نہایت جسارت اور تحکم کے انداز سے میرے چہرے پر جما دیں۔ تو میرے دل میں تحسین اور حیرت کے جذبات پیدا ہوئے۔ اور وہ مجھے پہلے سے بہت زیادہ خوب صورت نظر آئی + علاوہ بریں اس کی دلیری اور جرأت کے ساتھ ہی ایک اندازِ حیا بھی تھا۔ جو مجھے بہت عجیب اور دل فریب معلوم ہوتا تھا + میری بیوی نے اپنی قابلِ تعریف زندگی کے دوران میں ہمیشہ اس قدیمانہ خوش اطواری کو قائم رکھا تھا۔ اور میرے نزدیک عورت میں اس خوبی کا ہونا بہت ہی مستحسن ہے۔ کیونکہ یہ اس کے پسندیدہ اور محبوب اطوار کو اور بھی زیادہ قابلِ وقعت بنا دیتی ہے +

اس لڑکی نے سوال کیا۔ "اس کا کیا مطلب ہے۔ تم نے مجھے کیوں روکا؟"

میں نے کہا۔ "تم سیدھی گریڈن کی دلدل کی طرف جا رہی تھیں"۔

لڑکی نے کہا۔ "تم اس علاقے کے رہنے والے معلوم نہیں ہوتے۔ تم تعلیم یافتہ آدمیوں کی طرح باتیں کرتے ہو"۔

میں نے کہا۔ "ہاں۔ میں تعلیم یافتہ کہلانے کا حق تو رکھتا ہوں۔ گو اس وقت میرا بھیس بالکل مختلف ہے"۔

لڑکی نے جواب دیا۔ "او ہو! لیکن تمہارا لہجہ تمہارا راز فاش کر رہا ہے"۔

میں نے کہا۔ "تم نے "راز فاش" کرنے کا لفظ استعمال کیا ہے۔ کیا میں تم سے یہ اُمید رکھوں۔ کہ تم میرا راز فاش نہ کرو گی۔ میں نے صرف تمہارے فائدے کے لئے اپنی شخصیت کو ظاہر کیا ہے۔ لیکن اگر نارتھ مور کو معلوم ہو گیا۔ کہ میں یہاں موجود ہوں۔ تو یہ امر میرے لئے بہت مضر ہو گا"۔

لڑکی نے سوال کیا۔ "کیا تمہیں معلوم ہے۔ تم کس سے باتیں کر رہے ہو؟"

میں نے جواباً استفسار کیا۔ "کیا میں مسٹر نارتھ مور کی بیوی سے تو مخاطب نہیں ہوں"؟

لڑکی نے اپنا سر ہلایا + اس اثنا میں وہ ایک ایسی عمیق توجہ سے میرے چہرے کا معائنہ کر رہی تھی۔ کہ مجھے بہت گھبراہٹ محسوس ہوتی تھی + آخر اس نے کہنا شروع کیا +

تمہارے چہرے سے دیانت ٹپک رہی ہے۔ اب مہربانی سے اپنے چہرے کی طرح سچائی اختیار کرو۔ اور مجھے بتاؤ کہ تمہارا منشا کیا ہے۔ اور تم خوف زدہ کیوں ہو؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو۔ کہ میں تمہیں کوئی نقصان پہنچا سکتی ہوں؟ میرے خیال میں تو تم مجھے مضرت پہنچانے کی کافی طاقت رکھتے ہو۔ لیکن اس کے باوجود تمہارے چہرے پر نرمی اور مرحمت کے آثار نظر آرہے ہیں۔ آخر تم ایک شریف آدمی ہو کر اس ویرانے میں جاسوسوں کی طرح کیوں دبکے پڑے ہو؟ مجھے بتاؤ تمہیں کس سے نفرت ہے؟

میں نے جواب دیا۔ "میں کسی سے نفرت نہیں کرتا۔ اور دوبدو ہو کر کسی سے ڈرتا بھی نہیں۔ میرا نام کیسیلس ہے۔ فرینک کیسیلس + میں اپنی خوشی سے آوارہ گردی کی زندگی بسر کرتا ہوں۔ میں نارتھ مور کا پرانا دوست ہوں۔ اور تین راتیں گزریں۔ جب

میں نے اس ترائی میں اسے بُلایا۔ تو اس نے میرے کندھے میں چھرا مار دیا"۔

لڑکی نے پوچھا: "اچھا۔ وہ تمہیں تھے؟"

میں نے لڑکی کے استفسار کی کچھ پروانہ کی اور کہا: "نارتھمور نے یہ حرکت کیوں کی؟ اس کی وجہ نہ تو میں پوری طرح قیاس ہی سے معلوم کر سکا ہوں۔ نہ مجھے اس کے معلوم کرنے کا کچھ بہت زیادہ شوق ہی ہے۔ میرے دوست بہت کم ہیں۔ اور میں دوستی کے احساسات کی چنداں قابلیت بھی نہیں رکھتا۔ لیکن یہ سمجھ لو۔ کہ کوئی شخص مجھے ڈرا دھمکا کر کسی جگہ سے نکال بھی نہیں سکتا۔ میں نارتھمور کے آنے سے بھی پہلے گریڈن کے جنگل میں ڈیرا ڈالے پڑا ہوں۔ اور اب بھی وہیں مقیم ہوں۔ اگر تم کو یہ خیال ہو۔ کہ میں تمھیں یا تمھارے کسی ساتھی کو نقصان پُہنچانا چاہتا ہوں۔ تو اس کا علاج تمھارے قبضے میں ہے۔ نارتھمور سے کہہ دو۔ کہ میں ہیملاک کی کھوہ میں مقیم ہوں۔ اگر وہ چاہے۔ تو آج رات کسی وقت آکر مجھے سوتے میں قتل کر سکتا ہے"۔

یہ کہہ کر میں نے اپنی ٹوپی اُٹھا کر لڑکی کو سلام کیا۔ اور ایک دفعہ پھر ریت کے ٹیلوں کے درمیان اوپر چڑھ کر غائب ہو گیا۔

لیکن خدا جانے اس وقت مجھے ناانصافی کا شدید احساس کیوں ہو رہا تھا۔ اور میں دل ہی دل میں اپنے آپ کو ایک بہادر اور مظلوم کی طرح کیوں محسوس کر رہا تھا۔ حالانکہ فی الحقیقت میں اپنے رویّہ کی حمایت میں ایک لفظ بھی نہ کہہ سکتا تھا۔ اور نہ اس حرکت کے جواز کی کوئی معقول دلیل پیش کر سکتا تھا۔ میں نے گریڈن میں ایک رازجویانہ شوق کے باعث قیام کیا تھا۔ یہ شوق طبعی ہو تو ہو۔ لیکن میرے لئے شایان شان نہ تھا۔ اگرچہ اب رازجوئی کے علاوہ ایک اَور مقصد بھی رفتہ رفتہ میرے شامل حال ہو رہا تھا۔ لیکن اسے ابھی ایسی حیثیت حاصل نہ ہوئی تھی۔ کہ میں اسے اپنے دل کی ملکہ کے سامنے مناسب طریقے سے واضح کر سکتا ۔

یہ یقینی امر ہے۔ کہ اس رات مجھے اس لڑکی کے سوا اَور کسی کا خیال نہ تھا۔ اور اگرچہ اس کی حرکات وسکنات اور اس کی عام حیثیت مشتبہ معلوم ہوتی تھی۔ لیکن میرے دل میں اس کی راستبازی اور دیانت کے خلاف شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ اور گو اس وقت تک کوئی چیز تفصیلاً واضح نہ ہوئی تھی۔ لیکن میں اس دعوے پر اپنی جان تک کی شرط ہارنے کو تیار تھا۔ کہ وہ لڑکی قطعاً بے گناہ اور پاک ہے۔ اور اگر کبھی اس پُراسرار واقعے کے حالات ظہور میں آئے۔

توصاف ظاہر ہوجائے گا۔ کہ ان واقعات میں اس کا حصہ بالکل
مناسب اور ضروری تھا + یہ سچ ہے ۔کہ میں اپنے تخیل کی تمام
طاقتوں سے کام لے کر بھی نارتھمور کے ساتھ اس لڑکی کے تعلقات
کا کوئی یقینی پہلو نہ نکال سکتا تھا ۔ لیکن میں جس نتیجے پر پہنچا تھا۔ اس پر
پورا یقین رکھتا تھا۔ کیونکہ اس کی بنیاد دلائل پر نہیں ۔ بلکہ ایک
اندرونی احساس پر قائم تھی + بہر حال میں اس رات اس لڑکی
کے خیال ہی میں سویا۔ اور رات کو اُسی کے خواب دیکھتا رہا +

دوسرے دن وہ عین اُسی وقت تنہا آئی ۔ اور جوں ہی اُسے
ریت کے ٹیلوں نے نظر سے اوجھل کر دیا ۔ اس نے ٹیلے کے کنارے
کے قریب آکر نہایت محتاط لہجے میں مجھے میرے نام سے پکارا + میں
یہ دیکھ کر نہایت متعجب ہوا ۔ کہ اس کے چہرے پر موت کی سی زردی
چھا رہی تھی ۔ +ور اس پر کسی خاص شدید جذبے کا اثر طاری تھا +
وہ پکار کر کہنے لگی ؛ "مسٹر کیسیلس ۔ مسٹر کیسیلس !"
میں فی الفور اُس کے سامنے نمودار ہوا ۔ اور اُچھلتا کودتا
سمندر کے کنارے پہنچ گیا + جوں ہی اس نے مجھے دیکھا۔ اس کے
بشرے پر اطمینان کی جھلک نمایاں ہوگئی +
اس لڑکی نے اس شخص کی طرح جس کے سینے پر سے ایک

بہت بڑا بوجھ ہٹ جائے۔ بیٹھی ہوئی آواز میں کہا: "اوہ! خدا کا شکر ہے۔ کہ تم ابھی تک سلامت ہو۔ مجھے معلوم تھا۔ کہ اگر تم سلامت ہو۔ تو یہیں ہو گے" (کیا یہ تعجب انگیز بات نہیں؟ دیکھ لو۔ کہ فطرت مدۃ العمر کے پائدار تعلقات کے لئے کس سرعت اور کتنی دانائی سے ہمارے دلوں کی تربیت کرتی ہے۔ میں اور میری بیوی اولین شناسائی کے دوسرے ہی دن کس قدر متحد الخیال ہو گئے تھے۔ میں اس وقت بھی یہ اُمید ہی کر رہا تھا۔ کہ وہ مجھے ضرور تلاش کرے گی۔ اور اسے بھی یہ یقین تھا۔ کہ وہ مجھے ضرور پالے گی۔) اس نے جلدی جلدی کہنا شروع کیا: "تم یہاں ہرگز نہ ٹھہرو۔ مجھ سے وعدہ کرو۔ کہ آئندہ اس جنگل میں ایک رات کے لئے بھی نہ سوؤ گے۔ تمھیں معلوم نہیں۔ مجھ پر کیا گزر رہی ہے۔ میں نے آج ساری رات محض اس لئے پلک نہیں جھپکائی۔ کہ مجھے تمھاری جان کا اندیشہ لگا ہوا تھا"۔

میں نے کہا: "جان کا اندیشہ؟ کس کی طرف سے؟ کیا نارتھمور میری جان کے درپے ہے؟"

لڑکی نے کہا: "نہیں۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو۔ کہ میں نے تم سے

ساری داستان سُننے کے بعد نارتھ مور کو یہ بتا دیا ہو گا۔ کہ تم یہاں موجود ہو؟"

میں نے کہا "کہ اگر نارتھ مور کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔ تو پھر اَور کس کا ڈر ہے؟ مجھے تو کسی کا بھی خوف نہیں"۔

لڑکی نے جواب دیا "یہ مجھ سے نہ پوچھو۔ مجھے بتانے کی اجازت نہیں ہے۔ صرف میری بات پر یقین کرو۔ اور یہاں سے چلے جاؤ۔ خدا کے لئے چلے جاؤ اور اپنی جان بچالے جاؤ"۔

کسی بلند حوصلہ نوجوان آدمی سے پیچھا چھڑانے کی یہ ترکیب نہیں۔ کہ اُسے خوف زدہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس سے وہ اُلٹا سرکش ہو جاتا ہے۔ چنانچہ میں بھی اس لڑکی کی باتوں سے اپنی ہٹ پر قائم ہو گیا۔ اور وہاں سے چلے جانا خودداری کے خلاف سمجھا۔ وہ جتنا میری سلامتی اور میری جان کی حفاظت پر اصرار کرتی تھی۔ اُتنا ہی میرا عزم قیام مصمم ہوتا چلا جاتا تھا۔

میں نے جواب دیا "میرے استفسار کو معاف کرنا۔ اگر گریڈن ایسا ہی خطرناک مقام ہے۔ تو شاید تم کو خود بھی یہاں خطرہ ہی ہو گا"۔

لڑکی نے مجھ پر صرف ایک ملامت آمیز نگاہ ڈالی لیکن

زبان سے کچھ نہ کہا ؛

میں نے پھر کہا۔ "تم اور تمہارے والد ——" لیکن لڑکی نے جھٹ میری بات کاٹ کر کہا۔ "ہائیں؟ میرے والد؟ تمہیں یہ کیونکر معلوم ہوا؟"

میں نے جواب دیا۔ "میں نے تم دونوں کو کشتی سے اُترتے وقت دیکھا تھا۔" معلوم نہیں کیا وجہ تھی۔ لیکن بہر حال یہ انکشاف ہم دونوں کے لئے باعث اطمینان ہوا۔ کیونکہ اس میں سچائی تھی۔ میں نے کہا۔ "لیکن تمہیں مجھ سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں خوب سمجھتا ہوں۔ کہ تمہیں کسی وجہ سے راز داری مدنظر ہے۔ لیکن یقین کرنا۔ کہ تمہارا راز میرے پاس اسی طرح محفوظ رہے گا۔ جیسے میں "گریڈن فلو" میں گر کر ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جاؤں۔ میں نے سالہا سال سے کسی کے ساتھ گفتگو نہیں کی۔ میرا رفیق صرف میرا گھوڑا ہے۔ اور وہ بیچارہ بھی اس وقت میرے پاس نہیں۔ اس لئے تمہیں یقین رکھنا چاہئے۔ کہ میں قطعاً خاموش رہوں گا۔ اب مجھے تم سچ سچ کہہ دو۔ آیا تم خطرے میں نہیں ہو؟"

لڑکی نے جواب دیا۔ "مسٹر نارتھمور نے مجھ سے تمہارے متعلق یہ کہا تھا۔ کہ تم نہایت شریف انسان ہو۔ اور میں جب تمہیں دیکھتی تھی

مجھے نارتھ مور کے قول پر اعتبار آجاتا ہے۔ میں تمھیں صرف اتنا بتائے دیتی ہوں۔ کہ تمھارا خیال درست ہے۔ ہم نہایت مہلک خطرے میں ہیں۔ اور تم بھی یہاں رہ کر اس خطرے میں ہمارے شریک ہو رہے ہو۔"

میں نے کہا "خوب! تم نارتھ مور سے میرے متعلق بھی کچھ سُن چکی ہو؟ کیا یہ سچ ہے۔ کہ وہ مجھے اچھا آدمی سمجھتا ہے؟"

لڑکی نے جواب دیا "میں نے رات اُس سے تمھارے متعلق پوچھا تھا۔ میں نے جھوٹ موٹ اس سے یہ کہا۔ کہ میں آج سے بہت مدت پیشتر مسٹر کیسلس سے ملی تھی۔ اور میں نے اُن سے تمھارا ذکر کیا تھا۔ اگرچہ میرا یہ بیان غلط تھا۔ لیکن آخر میں تمھارا راز فاش کئے بغیر کیونکر کچھ دریافت کرسکتی تھی؟ تم نے تو مجھے سخت مشکل میں ڈال دیا تھا۔ بہرحال نارتھ مور نے تمھاری بے انتہا تعریف کی۔"

میں نے کہا "اچھا۔ میں ایک اور سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آیا ہمیں مسٹر نارتھ مور کی طرف سے کوئی خطرہ ہے؟"

لڑکی نے چلا کر کہا "نارتھ مور کی طرف سے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ بھی ہمارے ساتھ ہی خطرے میں ہے۔"

میں نے کہا۔ "تم مجھے بھاگ جانے کا مشورہ دیتی ہو۔ کیا تم نے مجھے ایسا بزدل اور ذلیل سمجھ رکھا ہے؟"

اس نے کہا۔ "نہیں نہیں۔ لیکن آخر تمھیں یہاں ٹھہرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ تم بہر حال ہمارے دوست تو نہیں ہو۔ کہ خواہ مخواہ بھی ہمارے ساتھ خطرے میں پڑ جاؤ"

اس وقت خدا جانے مجھ پر کیا حالت گزر گئی۔ میں نے بچپن سے لے کر اس وقت تک کبھی اس قسم کا ضعف محسوس نہ کیا تھا۔ لیکن لڑکی کے اس جواب نے مجھ پر سکتہ طاری کر دیا۔ میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور میں اس کے چہرے پر نظریں جمائے کھڑا رہا۔

لڑکی نے بدلی ہوئی آواز میں کہا۔ "نہیں نہیں۔ میرا مطلب تمھیں صدمہ پہنچانا نہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے تم میرے کہنے سے برا مان گئے"

میں نے کہا۔ "نہیں۔ اصل میں قصور میرا ہے" یہ کہہ کر میں نے ایسے ملتجیانہ انداز سے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ کہ وہ بھی متاثر ہو گئی۔ اور نہایت تپاک سے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں کچھ دیر تک اس کے ہاتھ کو تھامے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتا رہا۔ آخر اس نے یک بیک

مجھ سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ مجھ سے بھاگ جانے کی درخواست اور مجھ سے وعدہ لینے کی سرگرمی غرض سب کچھ فراموش کر کے وہ پوری تیزی سے بھاگی + اس نے مُڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اور میری نظروں سے غائب ہو گئی + اس وقت مجھے یہ معلوم ہوا۔ کہ میں اس کے دامِ محبّت میں گرفتار ہو چکا ہوں۔ اور اس خیال سے میرا دل بَلّیوں اچھلنے لگا۔ کہ وہ بھی میری محبّت کی طرف سے بے پروا نہیں ہے + اگرچہ بعد کے ایّام میں اس نے بارہا اس حقیقت سے انکار کیا۔ لیکن اس انکار کے ساتھ تبسم بھی شامل رہا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ میرا خیال درست تھا + اگر یہ خیال صحیح نہ ہوتا۔ اور اس کا دل بھی میری طرف مائل نہ ہو گیا ہوتا۔ تو ہمارے ہاتھ اس طرح ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے نہ رہنے پاتے + میرا خیال ہے۔ کہ اب اس معاملے میں دلیل کی کوئی حاجت نہیں۔ کیونکہ دوسرے ہی دن اس نے بھی مجھ سے اظہارِ محبّت کر دیا تھا +

دوسرے دن کا واقعہ نہایت مختصر ہے + وہ پہلے دن کی طرح پھر آئی۔ اور مجھے پکارا۔ جب میں اس کے سامنے آیا۔ تو اس نے مجھے گرہڈن میں مقیم رہنے پر پھر ملامت کی۔ اور

جب دیکھا۔ کہ میں بدستور اپنی ہٹ پر قائم ہوں۔ تو مزید توجّہ سے میرے وہاں آنے کی تفصیلات دریافت کرنے لگی۔ میں نے واقعات کا تمام سلسلہ بیان کیا۔ اور بتایا۔ کہ میں نے ان کو کشتی سے اُترتے ہوئے کیونکر دیکھا تھا۔ میں نے اس لڑکی سے یہ بھی کہا۔ کہ میرے عزم قیام کے دو باعث تھے۔ اوّل یہ کہ نارتھ مور کے مہمانوں کے آنے سے میری دلچسپی بہت بڑھ گئی تھی۔ دوم۔ نارتھ مور نے مجھ پر جو قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ اس نے میرے شوقِ قیام میں اضافہ کر دیا تھا۔

اوّل الذکر وجہ جو میں نے بیان کی ہے۔ اس میں پیچ یہ ہے۔ کہ میں نے مکر و فریب سے بھی کام لیا ہے۔ میں نے اس لڑکی کو یہ یقین دلایا۔ کہ جس دن وہ پہلے پہل ترائی پر نمودار ہوئی ہے۔ اُسی دن اس کا تیرِ محبّت میرے دل میں ترازو ہو چکا تھا۔ اگرچہ اب میری بیوی خدا کے گھر پہنچ چکی ہے۔ اور اسے تمام حالات کی حقیقت اور میری نیک نیتی معلوم ہو چکی ہے۔ لیکن اس کے باوجود آج بھی مجھے اس اعتراف سے قلبی تسکین ہوتی ہے۔ کیونکہ جب تک وہ زندہ رہی۔ گو میرا ضمیر مجھے ملامت ہی کرتا رہا۔ لیکن میں نے اسے اس فریب سے نکالنے کی

جُرأت کبھی نہیں کی + ہماری جیسی ازدواجی زندگی میں ایک اتنا چھوٹا سا راز بھی گلاب کی اُس پتّی کی مانند ہے۔ جس نے ایک روایتی شہزادی کو نیند نہیں آنے دی تھی +

اس کے بعد ہماری بات چیت دوسرے معاملات کے متعلق ہوتی رہی میں نے اسے اپنی تنہائی اور آوارہ گردی کے بہت سے قصّے سُنائے۔ وہ برابر سُنتی رہی۔ لیکن زبان سے کچھ نہ بولی۔ اگرچہ اندازِ گفتگو بالکل طبعی تھا۔ اور وہ سلسلہ بعد میں ایسے معاملات تک آن پہنچا تھا۔ جو بظاہر بالکل معمولی تھے۔ لیکن ہم دونوں کے دلوں میں ایک خوشگوار ہیجان اور ایک شیریں اضطراب لہریں لے رہا تھا + اس کی رخصت کا وقت بہت جلد آن پہنچا۔ ہم دونوں خود بخود جُدا ہوگئے۔ ہم نے مصافحہ بھی نہ کیا۔ کیونکہ دونوں کو معلوم ہوچکا تھا۔ کہ ہمارے درمیان سے رسوم و تکلّفات کا پردہ اُٹھ چکا ہے +

اس سے اگلے دن جو ہماری ملاقات کا چوتھا دن تھا۔ ہم پھر اسی مقام پر ملے۔ لیکن اس دن صبح کا وقت تھا + اگرچہ اس ملاقات میں کسی قدر بے تکلفی نمایاں تھی۔ لیکن دونوں اپنی اپنی جگہ کچھ جھینپ بھی رہے تھے۔ اس نے پھر مجھ سے یہی کہا۔

کہ "تمھاری جان خطرے میں ہے" میں سمجھ گیا۔ کہ یہ محض روز آنے کا ایک بہانہ ہے۔ اور اس کے سوا کچھ نہیں ہے میں رات بھر صبح کے لئے گفتگو کا مصالحہ تیار کرتا رہا تھا۔ میں نے اس سے یہ کہنا شروع کیا۔ کہ "میں تمھاری نوازش کا بہت شکرگزار ہوں۔ کہ تمھیں میری سلامتی کا اتنا خیال ہے۔ آج تک کسی ہستی نے میری زندگی سے اتنی دلچسپی ظاہر نہیں کی۔ جتنی تم کر رہی ہو۔ اور میں نے بھی اس سے پیشتر کسی شخص کے سامنے اپنے خیالات اور حالات بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی ——

اس نے اچانک میری بات کاٹ کر نہایت جوش سے کہا:—

"اس کے باوجود اگر تمھیں معلوم ہو جائے۔ کہ میں کون ہوں۔ تو شاید تم مجھ سے بات بھی کرنی گوارا نہ کرو"

میں نے کہا "اس قسم کا خیال بھی دماغ میں لانا محض دیوانگی ہے۔ اور گو میری تمھاری ملاقات بہت کم مدت کی ہے۔ لیکن میں تمھیں اپنی خیرخواہ اور دوست سمجھتا ہوں"

میری اس بات کا اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اور اس نے پھر اسی جوش سے کہا:—

"میرا باپ یہاں روپوش ہے"

میں نے کہا "میری پیاری! پھر کیا پروا ہے؟ اگر وہ بیس دفعہ بھی روپوش ہو۔ تو تم میں اس سے کیا تغیر پیدا ہو سکتا ہے"

وہ چلّا کر کہنے لگی "آہ! لیکن روپوش ہونے کا باعث ——— (ایک لمحے کے لئے رُک کر) آہ! اس کی روپوشی کا باعث ہمارے لئے شرمناک ہے!"



میں گریڈن کے جنگل میں اکیلا نہ تھا

اب میری بیوی کی داستان سُنئے۔ جو میں نے اس سے آنسوؤں اور سسکیوں کے درمیان سُنی۔ اس کا نام کلیرا ڈیلسٹن تھا۔ جو میرے کانوں کو بہت ہی خوشگوار معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اس سے بھی زیادہ خوشگوار اس کا دوسرا نام یعنی کلیرا کیسلس تھا۔ جس سے وہ اپنی عمر کے غالب حصّے میں موسوم رہی۔ اور خدا کا شکر ہے۔ کہ وہی حصّہ اس کی راحت و مسرت کا زمانہ تھا۔ اس کا باپ برنرڈ ہڈلسٹن ایک ساہوکار تھا۔ اور مہاجنی کا کام بہت وسیع پیمانے پر کیا کرتا تھا۔ چند سال پیشتر جب اس کے کاروبار میں ابتری نمایاں ہونے لگی۔ تو اس نے تباہی سے بچنے کے لئے خطرناک بلکہ مجرمانہ تدابیر اختیار کرنی شروع کر دیں۔

لیکن یہ تمام منصوبے بالکل بے کار ثابت ہوئے۔ وہ روز بروز خطرات میں غرق ہوتا گیا۔ اور آخر ایک وقت ایسا آگیا۔ کہ اس کی دولت کے ساتھ اس کی عزت بھی رخصت ہو گئی + اسی زمانے میں نارتھ مور اس کی لڑکی کو نہایت انہماک سے چاہنے لگا۔ اور گو لڑکی نے کسی طرح بھی اس کی ہمت افزائی نہ کی۔ لیکن برنرڈ ہڈلسٹن کو نارتھ مور کے جذبۂ محبت کا حال معلوم ہوا۔ تو اس نے اپنی مصیبت میں نارتھ مور ہی سے امداد طلب کی + اس ناشاد شخص کو صرف اپنی تباہی اور بے آبروئی ہی کا خوف نہ تھا۔ اور محض قانونی مواخذے کے خطرات ہی لاحق نہ تھے۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ جیل خانے میں جانے کے لئے بھی ہنسی خوشی آمادہ ہو سکتا ہے۔ لیکن سب سے بڑا اندیشہ جس نے اس پر دن کا چین اور راتوں کی نیند حرام کر رکھی تھی۔ یہ تھا۔ کہ کوئی شخص خفیہ طور پر اچانک اس کی جان لینے کے درپے ہو رہا تھا + یہی وجہ تھی۔ کہ وہ اپنی ہستی کو گمنامی کی خاک میں دفن کر کے جنوبی بحرالکاہل کے کسی ٹاپو میں روپوش ہو جانا چاہتا تھا + آخر اس نے یہی فیصلہ کیا۔ کہ نارتھ مور کی کشتی میں جس کا نام "ریڈ اسل" تھا۔ بیٹھ کر منزلِ مقصود کو روانہ ہو جائے + نارتھ مور نے ان لوگوں کو ویلز کے ساحل سے خفیہ طور پر کشتی میں

سوار کرایا۔ اور انھیں گرِیڈن میں لے آیا۔ تاکہ چند روز میں کشتی کی از سرِ نو درستی اور کافی سامانِ رسد کی فراہمی کے بعد پھر سفر شروع کر دے۔ کلیرا کو بھی پورا یقین ہو چکا تھا۔ کہ اس سفر کے عوض میں وہ نارتھ مور کے ہاتھ بیچی جا رہی ہے۔ اگرچہ نارتھ مور ان لوگوں سے کبھی تعدی یا بدتمیزی سے پیش نہ آیا تھا۔ لیکن اس کی بعض حرکات سے یہ ثابت ہو چکا تھا۔ کہ وہ گفتگو اور اوضاع واطوار میں حد سے زیادہ بدلحاظ اور دلیر واقع ہوا ہے۔

میں کامل توجہ سے یہ تمام سرگذشت سنتا رہا۔ اور بعض پُراسرار حصوں کے متعلق بہت سے سوالات بھی کرتا رہا۔ لیکن وہ سب کے سب بے سود ثابت ہوئے۔ کیونکہ کلیرا بھی اس مہلک خطرے کے متعلق واضح طور پر کچھ بیان نہ کر سکتی تھی۔ اس کا باپ فی الحقیقت سخت دہشت میں مبتلا تھا۔ اس پر ضعف اور فتادگی کی حالت طاری تھی۔ اور وہ متعدد دفعہ ارادہ کر چکا تھا۔ کہ اپنے آپ کو غیر مشروط طور پر پولیس کے حوالے کر دے۔ لیکن آخر اس نے یہ ارادہ بھی ترک کر دیا۔ کیونکہ اسے یقین تھا۔ کہ برطانوی جیل خانوں کا استحکام بھی اسے اس کے تعاقب کرنے والوں سے بچا نہ سکے گا آخری برسوں میں اس کا بہت سا کاروبار اٹلی سے اور لندن کے

اطالوی باشندوں کے ساتھ وابستہ تھا۔ اور کلیرا کا یہ خیال تھا۔
کہ اس مہلک خطرے کو اطالویوں سے ضرور کوئی نہ کوئی تعلق ہے
یہاں تک۔ کہ جب اس نے "ریڈارل" میں ایک اطالوی ملاح
کو دیکھا۔ تو اس پر سخت دہشت طاری ہو گئی۔ اور اس نے بار بار
نارتھ مور سے نہایت غصّے کے ساتھ اس امر کی شکایت کی۔
نارتھ مور نے بہتیرا کہا۔ کہ بیپو (اطالوی ملاح کا نام) بہت
کام کا آدمی ہے۔ اور وقت پڑے پر جان تک قربان کر دے گا
لیکن مسٹر ہڈلسٹن نے اُسی دن سے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ بس
اب خاتمہ نزدیک ہے۔ اور کوئی دن جاتا ہے۔ کہ بیپو ہی ہماری
تباہی و بربادی کا باعث ہو جائے گا۔

میں نے اس داستان کو ایک مصیبت زدہ دماغ کی
توہم آرائی سے زیادہ وقعت نہ دی۔ اور سمجھ لیا۔ کہ ہڈلسٹن
نے چونکہ اپنے اطالوی کاروبار ہی میں سخت نقصانات اُٹھائے
ہیں۔ اس لئے اسے اطالویوں کی صورت سے بھی نفرت ہو گئی
ہے۔ اور اس کے ہولناک خوابوں کا زیادہ حصّہ طبعاً اسی قوم
کے افراد سے آباد رہتا ہے۔

میں نے کلیرا سے کہا۔ "حقیقت یہ ہے۔ کہ تمہارے والد کو

کسی حاذق ڈاکٹر اور کسی تسکین بخش دوا کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ سب صحت کی خرابی کے کرشمے ہیں"

اس پر کلیرا نے کہا۔ "لیکن مسٹر نارتھ مور کو کیا ہو گیا۔ اُسے کوئی مالی صدمہ نہیں پہنچا۔ اور اس کے باوجود وہ ہمارے خطرات میں شریک ہے"

میں نے کلیرا کے اس قول کو سادگی اور بھولپن پر محمول کیا۔ اور ایک دم ہنس کر کہا:-

"میری پیاری۔ تم خود ہی مجھے بتا چکی ہو۔ کہ نارتھ مور تمھارے باپ کی امداد کا کیا انعام چاہتا ہے۔ تم جانتی ہو۔ محبت میں ہر چیز جائز ہے۔ اگر نارتھ مور تمھارے باپ کے خطروں اور اندیشوں کو بڑھا رہا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ نہیں۔ کہ وہ کسی اطالوی مرد سے خوف زدہ ہے۔ بلکہ اس کا باعث یہ ہے۔ کہ وہ خوبصورت انگریز عورت کے دامِ حسن کا اسیر ہو چکا ہے"

اس پر کلیرا نے کہا۔ کہ "اگر نارتھ مور فی الحقیقت خوف زدہ نہ ہوتا۔ تو جس رات ہم کشتی سے اُترے ہیں۔ وہ تم پر اس قدر وحشیانہ حملہ نہ کرتا" کلیرا کی اس دلیل کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ قصہ مختصر آخر ہم دونوں میں یہ قرار پایا۔ کہ میں فوراً

ماہی گیروں کے گاؤں کی طرف جس کا نام گریڈن ویسٹر تھا۔ روانہ ہو جاؤں۔ اور جتنے اخبار مل سکیں۔ اُن سب کو پڑھ کر یہ معلوم کروں۔ کہ آیا اس تمام خوف و دہشت کی کوئی معقول بنیاد بھی ہے یا نہیں۔ اور اس کے بعد دوسرے دن صبح اسی وقت آکر کلیرا کو اپنی تحقیقات کے نتیجے کی اطلاع دوں + کلیرا نے اس موقع پر میری روانگی کے متعلق کوئی مزید گفتگو نہیں کی۔ فی الحقیقت اس کے لئے میری موجودگی بہت ہی غنیمت اور خوشگوار تھی۔ اور اس نے اس خیال کو چھپانے کی کوشش بھی نہیں کی... رہا میں۔ تو یقین کیجئے۔ کہ اگر کلیرا گھٹنوں کے بل جھک کر بھی مجھ سے التجا کرتی۔ جب بھی میں کبھی اس کو چھوڑ کر چلے جانے پر رضامند نہ ہوتا +

میں دس بجے (قبل دوپہر) سے پہلے پہلے گریڈن ویسٹر پہنچ گیا۔ ایک تو ان دنوں مجھے پا پیادہ چلنے کی بہت مہارت تھی۔ دوسرے فاصلہ بھی سات میل سے زیادہ نہ تھا۔ اور راستے بھر سبزہ ہی سبزہ اُگا ہوا تھا۔ جس پر چلنا بجائے خود ایک خاص لطف کا باعث تھا + یہ گاؤں اس ساحل پر ویران ترین مقام تھا۔ ایک کھوہ کے اندر گرجا بنا ہوا تھا۔ چٹانوں کے درمیان

ایک نہایت ذلیل ساگھاٹ تھا۔ جس کے پاس بہت سی کشتیاں ماہی گیری کر کے واپس آتی ہوئی غرق ہو چکی تھیں + ساحل کے پاس پاس کوئی پچاس ساٹھ پتھر کے بنے ہوئے مکانات تھے۔ دو بازار بھی تھے۔ ایک تو بندرگاہ سے سیدھا گاؤں کی طرف جاتا تھا۔ اور دوسرا اس سے زاویہ قائمہ بناتا ہوا گزرتا تھا۔ ان دونوں بازاروں کے نکڑ پر ایک تاریک اور سنسان سی سرائے تھی۔ جسے اس گاؤں کا سب سے بڑا ہوٹل کہنا چاہیئے +

اس وقت میں نے کسی قدر اپنی اصلی حیثیت کے مطابق لباس پہن رکھا تھا + میں سیدھا قبرستان کے پاس پادری کے حجرے میں پہنچ گیا۔ اگرچہ پادری سے میری ملاقات گزشتہ نو سال کے دوران میں کبھی نہ ہوئی تھی۔ لیکن وہ مجھے جانتا ضرور تھا۔ جب میں نے اُس سے کہا۔ کہ میں مدت دراز سے پاپیادہ سیاحت کر رہا ہوں۔ اور مجھے دُنیا کا حال قطعاً معلوم نہیں۔ تو اس نے مجھے اخباروں کا ایک طومار اُٹھا کر دے دیا۔ جس میں ایک مہینہ قبل سے لے کر ایک دن پیشتر تک کے پرچے موجود تھے + یہ طومار اُٹھا کر میں سرائے میں پہنچا۔ اور کھانے کی فرمائش کر کے اخباروں میں "ہڈلسٹن کے دیوالے" کی خبریں تلاش کرنے

لگا۔

خبروں سے معلوم ہوا۔ کہ ہڈلسٹن کے دیوالے کا معاملہ نہایت خوف ناک تھا۔ ہزارہا آدمی اس ناگہانی حادثے سے قلاش ہو گئے تھے۔ اور ایک شخص تو اپنی تباہی سے اتنا متأثر ہوا تھا۔ کہ جوں ہی ادائے رقوم کی بندش کا اعلان ہوا۔ وہ دیوار سے ٹکر مار کر مر گیا + لیکن یہ عجیب بات تھی۔ کہ جوں جوں میں ان تفصیلات کو پڑھتا تھا۔ مجھے اُن مظلوم اشخاص کے بجائے مسٹر ہڈلسٹن ہی سے ہمدردی بڑھتی چلی جاتی تھی۔ اس سے اندازہ کر لو۔ کہ مجھے اپنی بیوی کی محبت نے کس قدر از خود رفتہ کر رکھا تھا۔ یہ قدرتی امر تھا۔ کہ ایسی حالت میں اس روپوش ساہوکار کی گرفتاری کا انعام مشتہر کیا جاتا۔ اور چونکہ مسٹر ہڈلسٹن کی ذمہ داری بالکل واضح تھی۔ اور عوام کا اشتعال روز افزوں ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اس لئے مسٹر ہڈلسٹن کی گرفتاری کے لئے سوا گیارہ ہزار روپے کے گراں قدر انعام کا اعلان کیا گیا تھا + کسی نے یہ اطلاع بھی دی تھی۔ کہ ہڈلسٹن کے قبضے میں آج بھی بے اندازہ روپیہ موجود ہے۔ ایک دن یہ افواہ شائع ہوئی۔ کہ وہ ہسپانیہ میں ہے۔ دوسرے دن ایک نہایت معتبر ذریعے سے خبر پہنچی۔

کہ وہ اب تک مانچسٹر اور لورپول کے درمیان کسی مقام پر یا ویلز کے ساحل کے آس پاس چھپا بیٹھا ہے۔ اور تیسرے دن یہ تار درج تھا۔ کہ وہ کیوبا یا یوکیٹان میں پہنچ گیا ہے۔ لیکن خبروں کے اس طوفان میں کسی اطالوی کے متعلق ایک لفظ بھی درج نہ تھا۔ نہ کسی اور پُراسرار معاملے کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔

البتہ آخری پرچے میں ایک مبہم سا معاملہ درج تھا۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ جو محاسب اس دیوالیے کی تفصیلات کی تحقیق کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔ اُنھوں نے لاکھوں روپے کی ایک رقم کا سُراغ لگایا تھا۔ جو کچھ عرصے تک ہڈلسٹن کے حسابات میں تو شامل رہی۔ لیکن یہ معلوم نہ ہوتا تھا۔ کہ وہ کہاں سے آئی۔ اور پھر کسی پُراسرار طریقے سے کیونکر غائب ہوگئی۔ یہ رقم صرف ایک دفعہ کسی نام کے ساتھ درج ہوئی تھی۔ لیکن اس کے بعد ہمیشہ "الف الف" کے مبہم سے اشارات کے ماتحت حسابات میں اس کا ذکر آتا رہا۔ اتنا تو بالکل واضح تھا۔ کہ یہ رقم آج سے چھ سال بیشتر جب کاروبار بہت ہی مندا ہوگیا تھا حسابات میں داخل کی گئی تھی۔ اس رقم کے ساتھ شاہی خاندان کے ایک معزز فرد کا تعلق افواہًا بتایا جاتا تھا۔ اور اخبار کے ایڈیٹر نے

لکھا تھا۔ کہ یہ بزدل ڈاکو" (مسٹر ہڈسٹن) اُس پُر اسرار رقم کا غالب حصّہ اپنے ساتھ لے کر کسی طرف غائب ہو گیا ہے ۔

ابھی میں اس مسئلے پر غور ہی کر رہا تھا۔ اور یہ سُراغ لگانا چاہتا تھا۔ کہ اس سے مسٹر ہڈسٹن کو کیا خاص خطرہ پیش آسکتا ہے۔ کہ اتنے میں ایک شخص سرائے میں داخل ہوا۔ اور اُس نے مہتمم سے پنیر اور روٹی کی فرمائش کی۔ لیکن اس کی گفتار سے صاف معلوم ہو رہا تھا۔ کہ وہ انگلستان کا رہنے والا نہیں ہے ۔

میں نے اطالوی زبان میں اس سے پوچھا۔ "کیا آپ اٹلی کے رہنے والے ہیں؟"

اُس نے اُسی زبان جواب دیا۔ "جی ہاں"۔

میں نے کہا "اس دُور دست مقام میں کسی اطالوی کا مل جانا بہت ہی غیر معمولی واقعہ ہے"۔

اس پر اس اطالوی نے اپنے کندھے اُٹھا کر جواب دیا۔ "جی ہاں۔ انسان کام کاج کی خاطر ہر جگہ پہنچ جاتا ہے" میری سمجھ میں نہ آیا۔ کہ آخر کسی شخص کو گرینڈن ویسٹر میں کونسا کام کاج مل سکتا ہے۔ لیکن اس واقعے نے میرے دماغ پر کچھ اس قدر ناگوار اثر ڈالا۔ کہ جب سرائے کا مالک کچھ ریزگاری گن کر

مجھے دینے لگا۔ تو میں نے اس سے بھی یہی پوچھا۔ کہ "کیا تم نے اس سے بیشتر بھی یہاں کسی اطالوی کو دیکھا ہے ؟" اس نے جواب دیا۔ "صاحب۔ ایک دفعہ ناروے کے چند آدمی یہاں آئے تھے جن کا جہاز غرق ہو گیا تھا۔ اور کالڈہیون سے ہم نے ایک لائف بوٹ بھیج کر اُن کی جانیں بچائی تھیں "۔

میں نے کہا۔ "نہیں۔ میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ میں تم سے یہ پوچھتا تھا۔ کہ کبھی تم نے یہاں کسی اطالوی کو بھی دیکھا ہے ؟ کیا یہاں کبھی پہلے بھی اس قسم کا آدمی آیا ہے۔ جسے تم نے ابھی پنیر اور روٹی دی ہے ؟"

اس نے کہا۔ "کیا ؟ یہ کالا سا آدمی جو دانت نکالے بیٹھا ہے ؟ اچھا۔ یہ اطالوی ہے ؟ صاحب۔ میں نے تو اس قسم کا آدمی پہلی ہی دفعہ دیکھا ہے۔ نہ پہلے کوئی ایسا شخص یہاں آیا ہے۔ اور نہ میرے خیال میں آئندہ ہی کوئی آئے گا "۔

سرائے کا مالک ابھی بات کر ہی رہا تھا۔ کہ میری نگاہیں بازار کی طرف اُٹھ گئیں۔ وہاں میں نے کیا دیکھا۔ کہ کوئی انیس گز کے فاصلے پر تین آدمی کھڑے ہوئے آپس میں بہت انہماک سے گفتگو کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک تو وہی تھا۔ جو ابھی سرائے میں

میرا رفیق رہ چکا تھا۔ اور باقی دو آدمیوں کے خوب صورت خط وخال ملیح چہروں اور نرم ٹوپیوں سے یہ اندازہ ہوتا تھا۔ کہ وہ دونوں بھی اطالوی ہی ہیں + گاؤں کے بچوں کا ایک ہجوم ان کے گرد جمع ہو رہا تھا۔ اور سب بچے حرکات وسکنات اور گفتگو میں اُن کی نقل اُتار رہے تھے + یہ تینوں آدمی اس ویران اور غلیظ بازار میں اور اس گہرے نیلے آسمان کے نیچے بہت ہی اجنبی معلوم ہوتے تھے۔ میں اس امر کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوں۔ کہ یہ حالت دیکھ کر میری بے اعتبار طبیعت میں ایک ایسا فوری تغیر پیدا ہوا۔ جس کا اثر آج تک موجود ہے + میں اپنے دماغ میں دلائل کے گھوڑے دوڑا سکتا تھا۔ لیکن اس واقعے نے مجھ پر جو اثر کیا۔ اسے کوئی دلیل رد نہ کر سکتی تھی۔ چنانچہ کلیرا اور اُس کے باپ کی طرح مجھ پر بھی وہی "اطالوی دہشت" مسلط ہو گئی +

شام کا وقت قریب آن پہنچا تھا۔ میں نے اخبار پادری کے حجرے میں پہنچا دیے۔ اور اس کے بعد اپنی فرودگاہ کی طرف روانہ ہونے کے لئے ترائی میں اُتر گیا + میں اس سفر کو کبھی نہ بھولوں گا۔ ہوا بہت سرد اور تیز ہو رہی تھی۔ آندھی کے جھونکے میرے قدموں کے نیچے گھاس میں موسیقی پیدا کر رہے تھے۔ اور ان

جھونکوں کے ساتھ ہلکی ہلکی پھوار بھی پڑ رہی تھی۔ اتنے میں گھٹاؤں کے پہاڑ کے پہاڑ سمندر کے سینے پر سے اُٹھ اُٹھ کر آسمان پر چھا گئے۔ اس سے زیادہ خوفناک شام کبھی میرے تصور میں بھی نہ آسکتی تھی۔ خدا جانے یہ ان بیرونی اثرات کا نتیجہ تھا۔ یا میرے ہی اعصاب گزشتہ مشاہدات سے بے انتہا متاثر تھے۔ کہ میرے خیالات میں اس موسم کی سی تاریکی پیدا ہوگئی اور میں نہایت اُداس ہوگیا ۔

قصر کی بالائی کھڑکیوں میں سے گریڈن ویسٹر کی جانب ترائی میں دور تک نظر پڑتی تھی۔ لہذا اخفا کے لئے یہ ضروری تھا۔ کہ میں ساحل کے ساتھ ساتھ چلوں۔ یہاں تک کہ ریت کے بلند ٹیلے میرے اور قصر کے درمیان حائل ہو جائیں۔ اور اس کے بعد میں غاروں میں سے سیدھا جنگل کی حدود تک پہنچ جاؤں۔ سورج غروب ہونے کو تھا۔ سمندر میں جزر کی حالت تھی۔ ریتی پانی سے بالکل خالی پڑی تھی۔ اور میں ناگوار خیالات کے ہجوم میں چلا جارہا تھا۔ کہ دفعتاً مجھے آدمی کے قدموں کے نشانات نظر آئے۔ جنہیں دیکھ کر میں مبہوت و ششدر رہ گیا۔ یہ نشانات میرے راستے کے متوازی چلے جارہے تھے۔ لیکن بجائے

کے کنارے کی بجائے اُن کا رُخ نیچے کی طرف ساحل کے قریب قریب تھا۔ جب میں نے ان نشانات کو غور سے دیکھا۔ تو ان کے طول و عرض اور بے قاعدہ پن سے میں نے یہ اندازہ کیا کہ یہاں سے گزرنے والا شخص میرے اور قصر کے ساکنوں کے سوا کوئی دوسرا اجنبی شخص ہے۔ صرف یہی نہیں۔ بلکہ ریت پر اس کے اندازِ رفتار کی بے پروائی سے یہ بھی معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس نے ریتی کے خطرناک مقامات کا بھی کچھ خیال نہیں کیا۔ صاف ظاہر تھا۔ کہ وہ اس ملک اور گریڈن کے ساحل سے بھی اجنبی اور ناواقف واقع ہوا ہے ٭

میں ان ہی نشانات پر قدم بہ قدم چلتا گیا۔ یہاں تک۔ کہ کوئی دو فرلانگ کے فاصلے پر میں نے دیکھا۔ کہ "گریڈن فلو" کی جنوب مشرقی حد میں وہ نشانات غائب ہو گئے تھے۔ صاف معلوم ہو رہا تھا۔ کہ وہ بدقسمت راہگیر اس مقام پر نذرِ اجل ہو گیا ہو گا۔ ایک دو مرغابیاں جنہوں نے شاید اسے لقمۂ نہنگِ امواج ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کے آبی مرقد پر اپنی شَیں شَیں سے نوحۂ ماتم بلند کر رہی تھیں۔ آفتاب نے ایک آخری کوشش کر کے بادلوں میں سے پھر سر نکالا۔ اور ریتی کی سطح دُور تک

شام کی ارغوانی شفق سے رنگین ہو گئی۔ اس وقت میرے تصورات نے مجھے منجمد اور دل شکستہ کر رکھا تھا۔ موت کے احساس نے مجھ پر حاکمانہ غلبہ پا لیا تھا۔ میں کچھ دیر تک اس مقام پر نگاہیں جمائے کھڑا رہا۔ اور یہ سوچتا رہا۔ کہ یہ ہولناک حادثہ اب سے کتنی دیر پہلے ہوا ہوگا۔ اور آیا اس ناشاد انسان کی چیخیں قصر میں بھی سنائی دی ہونگی یا نہیں۔ اس کے بعد میں ایک عزم مصمم کر کے طوعاً کرہاً وہاں سے جانے ہی کو تھا۔ کہ آندھی کا ایک غیر معمولی تیز و تند فراٹا ساحل بحر کے اس حصّے پر آیا۔ اور میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک نرم اور سیاہ نمدے کی ٹوپی پہلے ہوا میں بلند ہو کر گھومی۔ اور اس کے بعد ریتی کے پاس پانی کی سطح پر گر کر تیرنے لگی۔ اس ٹوپی کی شکل مخروطی سی تھی۔ اور ان ٹوپیوں سے مشابہ تھی۔ جو میں نے ابھی اطالویوں کے سروں پر دیکھی تھیں۔

مجھے پورا یقین تو نہیں۔ لیکن خیال ضرور ہے۔ کہ اس ٹوپی کو دیکھ کر استعجاب سے میری چیخ نکل گئی۔ آندھی اس ٹوپی کو ساحل کی طرف لئے ہوئے آ رہی تھی۔ میں گریڈن فلو کے اوپر سے ہو کر بھاگا۔ تا کہ ٹوپی کو جا پکڑوں۔ آندھی کا ایک اور

نز آنا آیا۔ ٹوپی تھوڑی دیر کے لئے رہتے پر آن پڑی۔ اس کے بعد ایک اَور لہر آئی۔ جس نے ٹوپی کو مجھ سے چند ہی قدم کے فاصلے پر لا ڈالا۔ آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔ کہ میں نے کس ذوق شوق سے اُس کو جا کے پکڑا ہوگا۔ یہ ٹوپی کسی قدر زیادہ مستعمل تھی۔ بلکہ اُس دن جو ٹوپیاں میں نے بازار میں دیکھی تھیں۔ اُن سب سے زیادہ میلی معلوم ہوتی تھی۔ اس کا استر سُرخ تھا۔ اور اُس پر کارخانے والے کے نام کی مہر لگی ہوئی تھی۔ اس کا نام تو میں بھول گیا۔ البتہ مقام کا نام "وینڈگ" مجھے اب تک یاد ہے۔ آسٹریا کے لوگ وینس کے خوبصورت شہر کو جو اس کے بعد مدت تک ان کی قلمرو میں شامل رہا۔ اسی نام سے یاد کرتے تھے۔

میرے لئے یہ ناگہانی صدمہ ناقابلِ برداشت تھا۔ مجھے اپنے چاروں طرف اطالویوں کی خیالی صورتیں چکر لگاتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ سچ یہ ہے۔ کہ عمر بھر میں پہلی اور آخری دفعہ اُس دن مجھے حقیقی ہول اور دہشت کا احساس ہوا تھا۔ گو مجھے یہ معلوم نہ تھا۔ کہ میں کس چیز سے خوف زدہ ہوں۔ لیکن بہرکیف مجھ پر دہشت کُلی طور پر غالب تھی۔ چنانچہ

میں دانشمندانہ اعراض سے کام لے کر گریڈن کے بحری جنگل میں اپنے ویران قبرستان پر واپس آ گیا۔

وہاں آ کر میں نے پکھ تھوڑا سا دلیا کھایا۔ جو رات کا پکا ہوا رکھا تھا۔ اس وقت اسے گرم کرنے کے لئے آگ جلانے کی ہمت نہ تھی۔ اس لئے ٹھنڈا ہی کھا لیا۔ اور جب کچھ قوت اور اطمینان معلوم ہوا۔ تو اپنے دماغ سے تمام خیالی خطرات کو دُور کر کے لیٹ گیا۔ اور تسلی کے ساتھ سو رہا۔

میں کتنی دیر تک سوتا رہا۔ یہ قیاس کرنا تو ناممکن ہے لیکن رات کی تاریکی میں ایک خیرہ کن روشنی میرے چہرے پر اچانک پڑی۔ میں اس طرح دفعتاً اٹھ کے بیٹھ گیا۔ جیسے کسی نے مار کے جگا دیا ہو۔ روشنی فی الفور غائب ہو گئی۔ چاروں طرف گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ سمندر کی لہروں کا تو پچھاڑ برابر ہو رہا تھا۔ بارش موسلا دھار ہو رہی تھی۔ اور طوفان نے ایسا شور محشر برپا کر رکھا تھا۔ کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

کوئی آدھ منٹ تک میرا دماغ بالکل مختل رہا۔ میں اس عجیب واقعے کی تاویل اس طرح کر سکتا تھا۔ کہ شاید یہ بھی خواب پریشان ہی کی کوئی نئی قسم ہو۔ لیکن دو باتیں ایسی تھیں۔ جن سے صاف

معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ خواب نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ اول میرے
خیمے کا پردہ جسے میں نے سوتے وقت نہایت احتیاط سے باندھ
دیا تھا۔ اب کھلا پڑا تھا۔ دوسرے مجھے گرم دھات اور جلتے
ہوئے تیل کی بو آ رہی تھی۔ اور میں اس حقیقت ثابتہ کو کسی طرح بھی
پریشان خوابی سے تعبیر نہ کر سکتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ کسی نے ایک
ٹچس لالٹین کی روشنی میرے چہرے پر ڈالی ہے۔ اور چہرے کو
دیکھ کر چلا گیا ہے۔ میں نے سوچا۔ آخر اس کا مقصد اس حرکت
سے کیا ہوگا۔ غالباً اس شخص نے (جو کوئی بھی وہ تھا) یہ سمجھ
رکھا ہوگا۔ کہ وہ مجھے پہچان لے گا۔ لیکن نہیں پہچان سکا۔ ایک
اور سوال بھی تھا۔ کہ اگر وہ مجھے پہچان لیتا۔ تو کیا کرتا؟ اس کا
جواب دینے سے مجھے خود وحشت ہو رہی تھی۔

اب میرا خوف میری ذات سے دوسری طرف منتقل ہونے
لگا۔ مجھے یقین ہو گیا۔ کہ وہ شخص غلطی سے میرے پاس آگیا تھا۔
اور اب قصر کے رہنے والوں کو کوئی ہولناک خطرہ درپیش ہے۔
ایسے بھیانک وقت اور مقام پر اس تاریک اور پیچیدہ جنگل
میں جو میری کھوہ کے اوپر اور چاروں طرف چھا رہا تھا۔ باہر
نکلنا بڑے ہی دل گردے کا کام تھا۔ لیکن میں رستہ ٹٹولتا ہوا

اس جنگل سے نکلا۔ بارش نے میرے کپڑے شور بور کر دیے تھے۔ آندھی کے فراٹوں نے حواس بگاڑ رکھے تھے۔ اور مجھے ہر ہر قدم پر یہ خطرہ ہوتا تھا۔ کہ شاید اب بھی میرا ہاتھ کسی چھپے ہوئے دشمن پر جا پڑے گا۔ اندھیرا اتنا گھٹا ٹوپ تھا۔ کہ اگر اُس وقت کوئی فوج بھی میرا محاصرہ کئے ہوئے ہوتی۔ تو میں اندھا دُھند بڑھتا ہی چلا جاتا۔ اس کے علاوہ بادو باراں کے طوفان کا شور اس قدر بلند تھا۔ کہ میرے کان بھی میری آنکھوں کی طرح بے کار ہو رہے تھے۔

رات کا باقی حصّہ جو روزِ قیامت سے بھی زیادہ طویل معلوم ہوتا تھا۔ میں نے قصر کے نواح میں پہرہ دیتے ہوئے گزار دیا۔ لیکن مجھے کوئی متنفّس نظر نہ آیا۔ اور ہوا۔ سمندر اور بارش کی متحدہ موسیقی کے سوا کوئی آواز بھی سُنائی نہ دی۔ قصر کی بالائی منزل کے ایک دریچے کی جھری میں سے روشنی کی ایک شعاع نکل رہی تھی۔ اور وہی نمودِ سحر کے وقت تک میری شریکِ حال رہی۔





نارتھ مور اور کلیرا سے میری ملاقات

صبح کی پہلی کرن کے ساتھ ہی میں میدان سے چل کر ریت کے ٹیلوں کے درمیان اپنی کمیں گاہ میں پہنچ گیا۔ اور اپنی بیوی کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ صبح کا سماں اُداس اور افسردہ معلوم ہوتا تھا۔ آندھی کا زور طلوع آفتاب سے پہلے ہی گھٹ گیا تھا۔ اور اب تو ساحل بحر سے یوں ہی کوئی کوئی جھونکا آجاتا تھا۔ سمندر بھی اُترنے لگا تھا۔ لیکن بارش بدستور زور شور سے ہو رہی تھی۔ اگرچہ ترائی کے ویرانے میں ایک بھی متنفس نظر نہ آتا تھا۔ مگر مجھے یہ امر یقینی معلوم ہوتا تھا کہ آس پاس ضرور متعدد دشمن دبکے ہوئے پڑے ہیں۔ وہ روشنی جو پچھلی رات دفعتاً میرے

چہرے پر سوتے میں چمکی تھی۔ اور وہ ٹوپی جسے آندھی نے گرینڈن فلو پر اُچھال کر پھینک دیا تھا۔ اس شدید خطرے کی بولتی چالتی دلیلیں تھیں۔ جو کلیرا اور قصر کے دوسرے باشندوں کو درپیش تھا ✤
کوئی ساڑھے سات یا شاید آٹھ بجے ہوں گے۔ کہ قصر کا دروازہ کھلا۔ اور کلیرا کی محبوب صورت عین بارش میں میری طرف آتی ہوئی نظر آئی ✤ وہ ابھی ریت کے ٹیلوں پر سے گزرنے نہ پائی تھی۔ کہ میں ساحل پر آکر اُس کا انتظار کر رہا تھا ✤
کلیرا نے کہا "کچھ نہ پوچھو۔ آج آنے میں کتنی مشکل پیش آئی۔ سب کے سب مجھے بارش میں باہر جانے سے روک رہے تھے ✤
میں نے کہا "کلیرا۔ تم کو ڈر نہیں لگتا"؟
کلیرا نے کہا "نہیں" یہ لفظ اس نے ایسی سادگی سے کہا۔ کہ میرا دل اس کے جذبۂ اعتماد سے معمور ہو گیا۔ کیونکہ اگرچہ بہترین عورت میرے تجربے کے مطابق کبھی بہادر نہیں ہوتی لیکن میری بیوی میں علوِ نسوانیت اور شجاعت دونوں وصف برابر موجود تھے۔ اور اُس میں نہایت محبوب اور دلآویز نسوانی خوبیوں کے ساتھ ہی ساتھ انتہائی استقلال بھی شامل تھا ✤
میں نے اس کو تمام واقعات سُنا دیے۔ جنہیں سُن کر وہ اس کا

رنگ زرد ہو گیا۔ لیکن اس نے اپنے جو اس پر پورا قابو رکھا۔
آخر میں نے کہا۔ "دیکھا؟ میں بالکل سلامت ہوں۔ وہ لوگ مجھے ضرر نہیں پہنچانا چاہتے۔ اگر ان کا عندیہ یہی ہوتا۔ تو میں آج رات قتل ہو چکا ہوتا"۔

کلیرا نے اپنا ہاتھ میرے بازو پر رکھ دیا۔ اور کہا:-
"اور تمہارا مطلب یہ ہے۔ کہ میرا کھٹکا یوں ہی کھٹکا تھا!"

کلیرا کے لہجے نے مجھے مسرّت سے لبریز کر دیا۔ میں نے اپنا بازو اس کی کمر میں ڈال اسے اپنے پہلو سے چمٹا لیا۔ اور اس سے پیشتر کہ ہمیں معلوم بھی ہو۔ کلیرا کے ہاتھ خود بخود میرے شانوں پر اور میرے ہونٹ اس کے منہ پر پہنچ چکے تھے ـــــ اس کے باوجود اس وقت تک ہم دونوں میں سے کسی نے بھی کوئی لفظ محبّت زبان سے نہ نکالا تھا۔ مجھے اس کے رخساروں کا مَس اب تک یاد ہے۔ وہ رخسار جو اس دن مینہ کے پانی سے تر اور سرد ہو رہے تھے۔ آج تک میری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ اس کے بعد اسی صبح کی یادگار میں میں نے ان رخساروں کو بارہا ایسے وقت چوما ہے۔ جب کلیرا منہ دھو رہی ہوتی تھی۔ اب کہ وہ دنیا سے سفر کر چکی ہے۔ اور میں بقیہ منزل تنہا

طے کر رہا ہوں۔ مجھے وہ تمام پیار دُلار۔ وہ خلوص اور سچائی اور وہ شفقت اور محبّت یاد آ رہی ہے۔ جس نے ہمیں ایک دوسرے سے وابستہ کر رکھا تھا۔ اور جس کے سامنے میرا موجودہ نقصان کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔

ہم اس طرح چند سیکنڈ ہی کھڑے رہے ہونگے (کیونکہ عشّاق کا زمانۂ وصال تو ہمیشہ ہی سے گریز پا رہا ہے)۔ کہ ایک بلند قہقہے نے ہمیں چونکا دیا۔ اس قہقہے میں طبعی مسرّت و راحت کا نشان بھی نہ تھا۔ بلکہ یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ کسی غیظ آلود جذبے کو چھپانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ہم دونوں نے مُنہ پھیر کر دیکھا۔ لیکن میرا بایاں بازو بدستور کلیرا کی کمر میں پڑا رہا۔ اور کلیرا نے بھی اپنے آپ کو مجھ سے الگ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ساحل سے چند قدم کے فاصلے پر مارتھ مور کھڑا تھا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ ہاتھ پس پُشت تھے۔ اور جذبے کی شدّت کے باعث اس کے نتھنے سفید ہو رہے تھے۔

جوں ہی اس نے میرے چہرے کو دیکھا۔ وہ پکار اُٹھا۔
"اخاہ! کیسیلس ہیں!"
میں بالکل نہ گھبرایا۔ بلکہ میں نے کہا۔ "جی ہاں۔ یہ بندۂ درگاہ

وہی ہے"۔

اس پر اس نے آہستہ لیکن وحشیانہ انداز سے کہنا شروع کیا "اچھا؟ مس ہڈلسٹن! کیا تم اپنے باپ سے اور مجھ سے اسی طرح وفا کا ثبوت دے رہی ہو؟ کیا اس نوجوان شخص نے تم پر اپنے جادو کے کچھ ایسے ہی ڈورے ڈال رکھے ہیں۔ کہ تم اپنی سلامتی۔ اپنی شرافت اور عام انسانی احتیاط تک کو تج بیٹھی ہو؟"

میں نے بات کاٹ کر کہا "مس ہڈلسٹن ——————"

اس پر نارتھمور نے نہایت وحشیانہ طریق سے کہا "بس جی۔ تم اپنی زبان روکو۔ میں اس لڑکی سے بات کر رہا ہوں"۔

میں نے کہا "یہ خاتون جسے تم لڑکی کہتے ہو میری بیوی ہے"۔ اس پر میری بیوی اور بھی میرے ساتھ چمٹ گئی۔ گویا میرے بیان کی تصدیق کرنے لگی۔

نارتھمور چلایا "کیا کہا؟ یہ لڑکی تمہاری کیا ہوتی ہے؟ تم جھوٹے ہو"۔

میں نے کہا "نارتھمور۔ ہم سب جانتے ہیں۔ کہ تم بہت تند مزاج ہو۔ اور میں ایک ایسا آدمی ہوں۔ جو لفظوں

سے کبھی غصّے میں نہیں آسکتا۔ اس لئے میری تجویز یہ ہے۔ کہ ذرا آہستہ بات چیت کرو۔ میرا یقین ہے۔ کہ ہم اکیلے نہیں ہیں"۔
نارتھ مور نے اپنے اردگرد نظر ڈالی۔ یہ ظاہر تھا۔ کہ میرے فقرے سے اس کا جذبہ بہت کچھ ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔
اس نے پوچھا۔ "اس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"
میں نے صرف ایک لفظ کہا۔ "اطالوی"۔
اس نے ایک بہت بڑی گالی دے کر ہم دونوں کے چہروں کو دیکھا۔
میری بیوی نے کہا۔ "جو کچھ میں جانتی ہوں۔ وہ سب مسٹر کیسیلس کو معلوم ہے"۔
نارتھ مور کہنے لگا۔ "میں تو یہ جاننا چاہتا ہوں۔ کہ آخر یہ کمبخت کیسیلس اس جگہ کہاں سے آنکلا۔ اور اس کا یہاں کام ہی کیا ہے۔ تم کہہ رہی ہو۔ تمہاری شادی ہو چکی ہے۔ مجھے تو اس کا یقین نہیں آتا۔ اگر تمہاری شادی ہو گئی ہے۔ تو گریڈن فلو تمہیں ایک دوسرے سے طلاق دلانے کے لئے موجود ہے۔ کیسیلس! سنتے ہو؟ صرف ساڑھے چار منٹ! میرا ذاتی قبرستان دوستوں ہی کے لئے ہے"۔

میں نے کہا "اس اطالوی نے تو شاید ساڑھے چار منٹ سے زیادہ ہی دیر لگائی تھی"

نارتھمور نے ایک لمحے کے لئے نیم حراساں ہو کر میری طرف دیکھا۔ اور اس کے بعد تقریباً مہذبانہ انداز سے استدعا کی۔ "کیسیلس! مجھے پوری سرگذشت سناؤ۔ اس معاملے میں تم مجھ پر یقیناً فوقیت رکھتے ہو"

میں نے اسے ساری داستان سنا دی۔ کہ میں کیونکر گریڈن میں آیا۔ میں نے اسے یہ بھی بتایا۔ کہ جس رات وہ کشتی سے اُترا ہے۔ اس نے مجھے ہی قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ پھر اطالویوں کے متعلق میں نے جو کچھ سنا اور دیکھا تھا۔ اس کا بھی ذکر کیا۔ اس دوران نارتھمور بار ہا بعض الفاظ و فقرات سے اپنے تحیر اور استغفار کا اظہار کرتا رہا۔

جب میں بیان ختم کر چکا۔ تو اس نے کہا "اچھا تو یہ بات ہے! اب تو سارا معاملہ ہی واضح ہو گیا۔ اچھا اب یہ بتاؤ۔ کہ تمہاری نیت کیا ہے؟"

میں نے کہا "میرا ارادہ یہ ہے۔ کہ یہاں رہوں۔ اور اس قضیے میں تمہاری مدد کروں"

نارتھ مور نے ایک خاص لہجے میں جواب دیا۔" تم بہادر آدمی ہو"۔

میں نے کہا۔" میں کسی سے نہیں ڈرتا"۔

اس نے کہا۔" تو گویا تم دونوں کا نکاح ہو چکا ہے؟ مس ہڈلسٹن۔ تم اس کے باوجود مجھے منہ دکھانے کی جرأت کر رہی ہو؟"

کلیرا نے کہا۔" ابھی ہماری شادی ہوئی تو نہیں۔ لیکن ہم حتی الوسع جلد کرنے والے ہیں"۔

نارتھ مور چلا کر بولا۔" شاباش! لیکن تم معاہدے کے متعلق کیا کہتی ہو؟ خیر۔ میں معموں میں بات کرنا نہیں چاہتا۔ تم بے وقوف نہیں ہو۔ میں تم سے سیدھی سیدھی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ میں اور تم دونوں جانتے ہیں۔ کہ تمہارے باپ کی زندگی کس چیز پر منحصر ہے۔ یاد رکھو۔ کہ اگر میں اس وقت اپنے ہاتھ پس پشت باندھ کر اور منہ پھیر کر چل دوں۔ تو شام سے پہلے پہلے تمہارے باپ کا سر تن سے الگ کر دیا جائے گا"۔

کلیرا نے بہت جوش سے جواب دیا۔" ہاں مسٹر نارتھ مور یہ درست ہے۔ لیکن مجھے معلوم ہے۔ کہ تم کبھی ایسا نہ کرو گے۔

تم نے ہم سے جو سودا کیا تھا۔ وہ اگرچہ ایک شریف آدمی کے لیئے زیبا نہ تھا۔ لیکن پھر بھی میں تمہیں شریف ہی سمجھتی ہوں۔ میرا خیال ہے۔ کہ تم نے جس شخص کی مدد کا عہد کیا ہے۔ اسے بیچ منجدھار میں چھوڑ کر کنارہ نہ کر جاؤ گے"۔

اس نے کہا "اوہو۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو۔ کہ میں اپنی کشتی یوں ہی دے دونگا؟ کیا تمہارا یہ خیال ہے۔ کہ میں ایک بڈھے آدمی کے لیئے اپنی جان اور آزادی خطرے میں ڈال دونگا۔ اور اس کے بعد قضیہ ختم کرنے کے لیئے تمہاری شادی کا دوستانہ اہتمام بھی کروں گا؟ (ایک عجیب تبسم سے) خیر۔ ممکن ہے۔ تمہارا خیال کسی قدر صحیح ہو۔ لیکن کیسلیس سے پوچھو۔ یہ مجھے خوب جانتا ہے۔ کیا میں قابلِ اعتبار آدمی ہوں؟ کیا بے ضرر اور محتاط ہوں؟ کیا میرے دل میں رحم کا شائبہ بھی موجود ہے؟"

کلیرا نے جواب دیا "میں جانتی ہوں۔ کہ تم بڑے باتونی ہو۔ اور اکثر بے وقوفی کی باتیں کیا کرتے ہو۔ لیکن اس کے باوجود میں تمہیں شریف سمجھتی ہوں۔ اور مجھے قطعاً کوئی خوف نہیں ہے"۔

نارتھ مور نے کلیرا کی طرف تحسین و تعریف کے ایک خاص انداز سے دیکھا۔ اور پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "کہو۔ فرینک۔ کیا تم یہ سمجھے بیٹھے ہو۔ کہ میں کشمکش کئے بغیر ہی کلیرا سے دست بردار ہو جاؤں گا؟ میں صاف کہے دیتا ہوں۔ کہ ذرا خبردار رہنا۔ اگر آئندہ میرے تمہارے درمیان مار پیٹ کی نوبت آئے گی ——"

میں نے مسکراتے ہوئے قطع کلام کر کے کہا۔ "تو یہ اس قسم کا تیسرا موقع ہوگا!"

اس نے کہا۔ "ہاں۔ یہ درست ہے۔ تیسرا ہی موقع ہوگا۔ میں بھول گیا تھا۔ بہرحال تیسرا موقع اکثر مبارک ہوتا ہے"۔

میں نے کہا۔ "کیا تمہارا یہ مطلب ہے۔ کہ تیسرے موقع پر تم "ریڈارل" کے مسافروں کو اپنی مدد کے لئے بلا لوگے؟"

نارتھ مور نے میری بیوی سے مخاطب ہو کر کہا "سنتی ہو۔ کیا کہہ رہا ہے؟"

کلیرا نے کہا۔ "میں تو یہ جانتی ہوں۔ کہ تم دونوں بزدلوں اور نامردوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔ میں تو اس قسم کی گفتگو

اور اس طرح کے اندازِ خیال کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہوں۔ پھر تماشا یہ ہے۔ کہ جو کچھ تم دونوں کہہ رہے ہو۔ اس پر تمہیں خود بھی پورا یقین نہیں ہے۔ یہ اَور بھی زیادہ لغویت اور حماقت کا ثبوت ہے“

نارتھ مور نے کہا ”یہ بڑی دانا اور چالاک عورت ہے۔ لیکن ابھی یہ مسز کیسلیس نہیں بنی۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ کبھی آئندہ دیکھا جائے گا“

اس کے بعد میری بیوی نے دفعتاً یہ کہہ کر مجھے متعجب بنا دیا۔

”اب میں جاتی ہوں۔ میرے والد دیر سے اکیلے ہوں گے۔ لیکن یاد رکھو۔ کہ تم دونوں کو بہت جلد ایک دوسرے کا دوست بن جانا چاہیئے۔ کیونکہ تم دونوں میرے خیرخواہ اور دوست ہو“

بعد میں میری بیوی نے مجھے اپنی اس حرکت کا سبب بتا دیا تھا۔ اس نے کہا تھا ”کہ اُس وقت میں جتنی دیر تک تمہارے پاس کھڑی رہتی۔ تم برابر آپس میں لڑتے جھگڑتے ہی رہتے“ میرے نزدیک کلیرا کا یہ خیال درست تھا۔ کیونکہ جوں ہی وہ رخصت ہوئی۔ ہمارے درمیان فوراً ایک قسم کی باہمی ازدواجی

کا سا احساس پیدا ہو گیا ٭

جب کلیرا ریت کے ٹیلوں پر سے جا رہی تھی۔ نارتھ مور اسے برابر گھورتا رہا۔ آخر قسم کھا کر کہنے لگا "یہ عورت بھی دُنیا میں ایک ہی عورت ہے۔ ذرا اس کی حرکت پر تو غور کرو" ٭

میں نے مزید حالات معلوم کرنے کا موقع پا یا۔ اور کہا۔ "سُنو نارتھ مور۔ کیا ہم سب آج کل ایک ہی رسے میں جکڑے ہوئے نہیں ہیں؟"

نارتھ مور نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بہت زور سے کہا۔ "کیا پوچھتے ہو بھائی۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ ہم پر تو عذاب جہنم نازل ہو رہا ہے۔ اب تم یقین کرو یا نہ کرو۔ مگر مجھے تو اپنی جان کا بھی کھٹکا لگا ہوا ہے" ٭

میں نے کہا "ذرا ایک بات تو بتاؤ۔ آخر یہ اطالوی چاہتے کیا ہیں؟ اور کیوں اس قدر مسٹر ہڈلسٹن کے درپے ہو رہے ہیں" ٭

اس نے چلّا کر کہا "کیا تمہیں نہیں معلوم؟ ارے۔ اس بڈھے بدمعاش کے پاس "کاربونیرو"[1] کا سارا سرمایہ

---

[1] اٹلی کی ایک انقلاب پرست جماعت کا نام ہے ۱۲

دو لاکھ اسی ہزار پونڈ امانت میں پڑا ہوا تھا۔ جو سارے کا سارا کمبخت نے سٹے میں ہار دیا۔ عنقریب ٹریڈرن ٹینو۔ یا یارما میں انقلاب برپا ہونے والا تھا۔ اب انقلاب تو ملتوی ہوگیا۔ لیکن وہ سارا بھڑوں کا چھتا ہڈلسٹن کے تعاقب میں ہے۔ ارے بھائی۔ ہم اپنی ہی جانیں بچالے جائیں۔ تو غنیمت ہے۔"

میں نے حیران ہوکر کہا "ارے۔ کاربونیری؟ خدا اس بڈھے پر رحم ہی کرے!"

نارتھمور نے کہا "آمین! اور اب میری بات سنو۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں۔ کہ ہم بہت بُری طرح قابو میں آئے ہوئے ہیں۔ سچ یہ ہے۔ کہ میں تمہاری مدد سے بہت ہی خوش ہوں۔ اب اگر ہڈلسٹن کی جان نہ بچ سکے۔ تو کم از کم لڑکی کی زندگی تو محفوظ رہنی چاہئے۔ آؤ۔ میرے ساتھ قصر میں قیام کرو۔ جب تک وہ بڈھا بچ کر نکل نہیں جاتا۔ یا قتل نہیں ہو جاتا۔ میں تمہارا دوست بنا رہوں گا لیکن اس کے بعد پھر بدستور تمہارا حریف اور رقیب ہوں۔ اور تمہیں آگاہ کئے دیتا ہوں۔ کہ اپنے آپ سے خبردار رہنا۔"

میں نے کہا۔ "بہت خوب۔ یہی ہوگا" یہ کہہ کر ہم دونوں نے مصافحہ کیا۔

نارتھمور نے کہا۔ "چلو اب سیدھے قصرہی کی طرف چلیں"۔

اس کے بعد وہ بارش میں روانہ ہوا۔ اور میں اُس کے پیچھے چل دیا۔





بلند قامت آدمی سے تعارف

جب ہم قصر کے دروازے پر پہنچے۔ تو کلیرا نے ہمارا استقبال کیا۔ اور میں قصر کے اندر پوری دفاعی تیاریوں کے استحکام کو دیکھ کر بہت متحیر ہوا + دروازے کے پیچھے ایک نہایت مضبوط پشتہ سا بنا ہوا تھا۔ جو اندر سے تو نہایت آسانی کے ساتھ ہٹایا جا سکتا تھا۔ لیکن باہر سے کوئی ضرب اسے نقصان نہ پہنچا سکتی تھی۔ نارتھ مور اور کلیرا مجھے سیدھے کھانے کے کمرے میں لے گئے۔ جس میں ایک لیمپ کی دھندلی سی روشنی ہو رہی تھی۔ اس کمرے کے دریچوں کو مستحکم کرنے کے لئے بھی کافی محنت سے کام لیا گیا تھا۔ شیشوں کے پیچھے سیدھی اور آڑی سلاخیں

لگی ہوئی تھیں۔ اور اُن کو قائم رکھنے کے لئے بے شمار تسمے اور کُنڈے لگائے گئے تھے۔ جن میں سے بعض فرش پر لٹک رہے تھے۔ بعض چھت میں اڑے ہوئے تھے۔ اور بعض اس کمرے کے مقابل میں دیوار سے بندھے ہوئے تھے۔ اس تمام کام میں نجاری کی انتہائی قابلیت نظر آ رہی تھی۔ اور اس کا ہر پُرزہ ٹھوس مضبوط اور خوش نما معلوم ہوتا تھا۔ میں نے نارتھمور کے ان انتظامات کی داد دینے میں بخل نہ کیا۔

اس نے کہا "کیسلس۔ اس سارے کارخانے کا انجنیر میں ہوں۔ تمہیں یاد ہوگا۔ باغ میں کچھ تختے پڑے رہا کرتے تھے۔ یہ سب اُن ہی کا ظہور ہے۔"

میں نے کہا "مجھے معلوم نہ تھا۔ تم اس قدر ہرفن مولا واقع ہوئے ہو۔"

نارتھمور نے مجھے بندوقوں اور پستولوں کی ایک قطار دکھائی جو دیوار کے ساتھ لگی ہوئی تھیں۔ اور اس کے علاوہ ایک طاق میں بھی نہایت ترتیب سے یہی اسلحہ رکھے ہوئے تھے۔ اس نے پوچھا "کیا تم مسلح ہو؟"

میں نے جواب دیا "تمہاری مہربانی کے باعث میں اُسی

دن سے مسلح رہتا ہوں ۔جس دن رات کو میری تمہاری جھڑپ ہوگئی تھی ۔لیکن خدا کے لئے اس ذکر کو چھوڑ و۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں ۔ میں نے کل تیسرے پہر سے کچھ نہیں کھایا ''۔

نارتھ مور نے کچھ ٹھنڈا گوشت نکالا۔ اور برگنڈی شراب کی ایک بوتل میرے آگے رکھ دی + میں نے گوشت بھی سیر ہو کر کھایا۔ اور چونکہ بارش نے مجھے شور بور کر رکھا تھا۔ شراب بھی خوب پی + میں اصولاً ہمیشہ مسکرات کے استعمال کا مخالف رہا ہوں لیکن اصول پرستی میں حد سے بڑھ جانا بھی بے سود ہوتا ہے ۔ چنانچہ میں اس موقع پر تین چوتھائی بوتل چڑھا گیا۔ کھانے کے دوران میں بھی میں حفاظت کے انتظامات کی تعریف برابر کرتا رہا۔ آخر میں نے کہا " اب تو ہم ایک باقاعدہ محاصرے کا بھی مقابلہ کر سکتے ہیں "۔

نارتھ مور نے ذرا تامل کر کے کہا " ہاں ـــــ لیکن وہ مقابلہ بہت ہی مختصر ہوگا۔ مجھے قصر کی مضبوطی پر تو کچھ ایسا شبہ نہیں ۔ البتہ ایک دو گونہ خطرہ ہے ۔جس کا خیال مجھے مارے ڈالتا ہے ۔مثلاً اگر ہم نے گولی چلانی شروع کر دی ۔ تو یہ ویران سا علاقہ ہے ۔آس پاس کے لوگ ضرور سن لیں گے ۔پھر تم سمجھ لو۔

دو ہی باتیں ہیں۔ قانون کے شکنجے میں جکڑا جانا۔ یا کاربونیری کے ہاتھوں مارا جانا۔ میرے نزدیک اس دُنیا میں قانون کے پنجے میں پھنس جانا تو بہت ہی ذلیل اور مکروہ ہے۔ اور میں نے بڈھے ہڈسٹن سے بھی یہی کہہ رکھا ہے۔ وہ بھی اس معاملے میں میرا ہم خیال ہے"۔

میں نے کہا "اچھا۔ یہ تو بتاؤ۔ یہ ہڈلسٹن صاحب کس قسم کے آدمی ہیں"؟

نارتھمور کہنے لگا "ارے اس کی کیا پوچھتے ہو۔ پرانے زمانے کا سڑا ہوا سا آدمی ہے۔ میں تو دل سے چاہتا ہوں۔ کہ اٹلی کے تمام شیطان مِل ملا کر کل ہی اس کی گردن مروڑ دیں۔ میں اس معاملے میں اس کا حامی اور طرفدار نہیں ہوں۔ تم بھی مجھے ایسا نہ سمجھنا۔ میں نے تو صرف اس کی چھوکری کو حاصل کرنے کے لئے یہ سودا کیا ہے۔ اور میں اسے حاصل کر کے رہوں گا"۔

میں نے کہا "خیر۔ یہ تو میں جانتا ہوں۔ لیکن مسٹر ہڈلسٹن میری مداخلت سے بُرا تو نہ مانیں گے"؟

نارتھمور نے جواب دیا "اس معاملے کو تم کلیرا پر چھوڑ دو"۔
میں اس کی اس بیہودہ بے تکلفی کے جواب میں اس کے منہ پر

تھپڑ مار سکتا تھا۔ لیکن میں نے معاہدۂ صلح کا احترام کیا۔ سچ یہ ہے
کہ اس احترام کو نارتھ مور نے بھی آخر تک ملحوظ رکھا۔ اور جب تک
خطرہ قائم رہا۔ ہمارے تعلقات کے درمیان کوئی ناگوار واقعہ
رُونما نہیں ہوُا + میں نہایت سچّے اطمینان سے اس کی اس اصول
پرستی کی شہادت دیتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہی جب اپنے رویّہ پر
بھی غور کرتا ہوں۔ تو فخر محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا + کیونکہ کوئی
دو آدمی اس قدر غنا دانگیز اور طیش خیز حالت میں آسانی سے
یک جا نہیں رہ سکتے +

جوں ہی میں کھانے سے فارغ ہوُا۔ ہم دونوں نچلی منزل
کے معائنے کے لئے روانہ ہوئے۔ ہم نے تمام دریچوں کے
استحکامات کا یکے بعد دیگرے امتحان کیا۔ کہیں کہیں معمولی سی
اصلاح بھی کر دی۔ ہتوڑی کی ضرب کا شور سارے مکان
میں ایک پریشان کن گونج پیدا کر رہا تھا۔ مجھے یاد ہے۔ میں
نے مورچوں کے سُوراخ بنانے کی تجویز پیش کی۔ لیکن نارتھ مور
نے مجھے بتایا۔ کہ بالائی منزل کی کھڑکیوں میں اس قسم کے سوراخ
بنائے جا چکے ہیں + یہ معائنہ بہت ہی فکر و تردّد کا کام تھا۔ اور
میں اس سے بہت ہی افسردہ ہوگیا۔ وہاں دو دروازے

اور پانچ کھڑکیاں تھیں۔ جن کی حفاظت ضروری تھی۔ لیکن کلیرا کو بھی شمار کر کے ہم صرف چار نفوس تھے۔ جنھیں دشمنوں کی غیر معلوم تعداد کا مقابلہ کرنا تھا۔ میں نے اپنے شبہات نارتھ مور سے بیان کئے۔ تو اس نے نہایت سکون سے مجھے یقین دلایا۔ کہ "مجھے بھی اسی قسم کے خطرات محسوس ہو رہے ہیں"۔

اس کے بعد اس نے کہا "بھائی۔ صبح سے پہلے پہلے ہم سب کی گردنیں کاٹ کر گریڈن فلو میں پھینک دی جائیں گی۔ کم از کم میری قسمت میں تو یہی لکھا ہے"۔

میں گریڈن فلو کی ریت کا ذکر سن کر کانپ اٹھا۔ لیکن میں نے نارتھ مور سے کہا۔ کہ "جنگل میں تو دشمنوں نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا"۔

اس نے کہا "اس پر کہیں بھول نہ جانا۔ اس وقت تم بڈھے ہڈلسٹن کے ساتھ ایک ہی کشتی میں سوار نہ تھے۔ لیکن اب تم ہمارے ساتھی ہو۔ یاد رکھو۔ ہمارے لئے گریڈن فلو کے سوا کوئی آخری ٹھکانا نہیں ہے"۔

میں کلیرا کا خیال کر کے کانپ اٹھا۔ عین اس وقت اس کی پیاری آواز سنائی دی۔ وہ ہمیں اوپر کی منزل پر

بلا رہی تھی + نارتھ مور نے مجھے اوپر جانے کا رستہ بتایا۔ جب ہم
زینے کے کوٹھے کر چکے۔ تو اس نے ایک کمرے کے دروازے پر
دستک دی۔ اس کمرے کو "چچا کی خواب گاہ" کہا کرتے تھے۔
کیونکہ قصر کے بانی نے اس کمرے کو اپنے لئے مخصوص کر رکھا
تھا +

اندر سے ایک آواز سُنائی دی "چلے آؤ۔ نارتھ مور۔
پیارے کیسلیس۔ تم بھی آجاؤ" +

نارتھ مور نے دروازے کو دھکیل کر کھولا۔ اور پہلے مجھے
اس کمرے میں داخل کیا + میں نے اندر جاتے ہی دیکھا۔ کہ
وہ لڑکی پہلو کے دروازے میں سے مطالعے کے کمرے میں
داخل ہو رہی ہے۔ یہ کمرہ اب اس کی خواب گاہ کے طور پر
استعمال کیا جاتا تھا۔ میں نے جب اس کمرے کو پہلے دیکھا تھا۔
تو پلنگ عین کھڑکی کے سامنے ہُوا کرتا تھا۔ لیکن اب خطرے
کی وجہ سے دیوار کے ساتھ لگا ہُوا رکھا تھا۔ اور اُس پر مجرم
بینکر برنرڈ ہڈلسٹن بیٹھا تھا + اگرچہ میں نے اسے ترائی مبرات
کے وقت ایک لالٹین کی دُھندلی سی روشنی میں دیکھا تھا۔
لیکن اس کے باوجود مجھے اس کی شناخت میں کوئی دقت

پیش نہیں آئی ۔ اس کا چہرہ زرد اور لمبا سا تھا۔ جس کے گرد ایک لمبی سرخ داڑھی اور بڑے بڑے گلپھے تھے۔ اس کی ٹوٹی ہوئی ناک اور رخساروں کی اونچی ہڈیاں دیکھ کر اس پر "کالمک" (وسط ایشیا کی ایک قوم) کا شبہ ہوتا تھا۔ اور اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں تیز بخار کے جوش سے چمک رہی تھیں ۔ اس نے ایک سیاہ ریشمی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ جس کی صورت کاسہ سر سے مشابہ تھی۔ بستر پر اس کے سامنے ایک بہت بڑی بائبل کھلی ہوئی پڑی تھی۔ جس میں اس کی سنہری عینک نشان مطالعہ کا کام دے رہی تھی۔ پاس ہی ایک طاقچے میں دوسری کتابوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا ۔ سبز پردوں کے پرتو سے اس کے چہرے پر مردنی سی چھائی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ وہ تکیوں سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اس کا لمبا تڑنگا جسم دردناک انداز سے خمیدہ ہو رہا تھا۔ اور اس کا سر اس قدر باہر نکلا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ گویا گھٹنوں تک پہنچ گیا ہے ۔ مجھے یقین ہے۔ کہ اگر اس کی موت دوسری طرح نہ واقع ہوتی۔ تو وہ چند ہی ہفتے کے اندر اندر تپ دق کا شکار ہو جاتا ۔

اس نے مجھ سے مصافحہ کرنے کے لئے ایک لمبا اور دبلا سا

ہاتھ بڑھایا۔ جسے بالوں کی کثرت نے بہت بدنما بنا رکھا تھا +
اس نے کہا " آیئے۔ مسٹر کیسلیس۔ آیئے۔ ایک اَور محافظ
آگیا ــــ ایک اَور نگہبان آپہنچا۔ مسٹر کیسلیس۔ تم میری
بیٹی کے دوست ہو۔ میں تمہارا خیر مقدم کرتا ہوں۔ اوہو۔
میری بیٹی کے دوست کس طرح میری نگہبانی کے لئے جمع
ہوگئے ہیں! خدا کے بزرگ انھیں خوش رکھے۔ ان پر رحمت
نازل کرے۔ انہیں جزائے خیر دے!"
مرتا کیا نہ کرتا؟ ناچار میں نے اس سے ہاتھ ملایا۔ لیکن
وہ ہمدردی جو میرے دل میں کلیرا کے والد کے لئے پیدا
ہونی چاہیئے تھی۔ وہ اس کی صورت دیکھ کر اور اس کے
خوشامد آمیز اور غیر مخلصانہ الفاظ سُن کر رفوچکر ہو گئی +
نارتھمور نے کہا " کیسلیس بہت اچھے آدمی ہیں۔ میں
انھیں دس آدمیوں کے برابر سمجھتا ہوں " +
مسٹر ہڈلسٹن نے چلّا کر کہا " ہاں۔ میں نے ایسا ہی سُنا
ہے۔ میری بیٹی نے مجھے یوں ہی بتایا ہے۔ آہ۔ مسٹر کیسلیس۔
دیکھو۔ آخر میرے گناہوں نے مجھے آہی لیا۔ میں بہت ذلیل
ہوں۔ بہت ذلیل ہوں۔ لیکن اتنا ہی پشیمان اور شرمسار بھی

ہوں۔ مسٹر کیسلیس۔ آخر ہم سب کو خداوند کے تخت کے سامنے جُھکنا ہے۔ اس میں شک نہیں۔ میں نے بہت دیر میں سر جُھکایا۔ لیکن سچ یہ ہے۔ کہ پوری عاجزی اور سچے انکسار سے جُھکایا ہے"۔

نارتھ مور بدتمیزی سے بول اُٹھا۔ "کیا کہنے ہیں!"

ہڈلسٹن نے پکار کر کہا۔ "نہیں نہیں۔ پیارے نارتھ مور۔ یہ نہ کہو۔ مجھے صدمہ پہنچانے کی کوشش نہ کرو۔ میرے پیارے۔ میرے اچھے لڑکے۔ یہ تمہاری بھُول ہے۔ کیا عجب ہے۔ کہ میں آج ہی رات اپنے پیدا کرنے والے کے دربار میں طلب کر لیا جاؤں"۔

بڈھے کا اضطراب قابلِ رحم تھا۔ مجھے نارتھ مور پر بہت غصہ آیا۔ میں اس کے ملحدانہ خیالات کو پہلے ہی سے خوب جانتا تھا۔ لیکن جب اس نے اس بڈھے گنہگار کی توبہ اور پشیمانی پر زبانِ طعن دراز کرنی شروع کی۔ تو مجھے اس سے بہت ہی نفرت ہو گئی۔

نارتھ مور نے کہا۔ "واہ ہڈلسٹن صاحب! آپ نے بھی کمال کیا۔ آپ اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں۔ آپ ہمیشہ ایک

دنیا دار آدمی رہے ۔ اور میں ابھی پیدا بھی نہ ہوا تھا۔ کہ آپ قسم قسم کی شرارتوں میں مصروف تھے ۔ آپ کا ضمیر تو جنوبی امریکہ کے چمڑے کی طرح سیاہ ہو چکا ہے ۔ البتہ آپ اپنے جگر کو سیاہ کرنا بھول گئے ۔ اور یہی وجہ ہے ۔ کہ اتنے پریشان ہو رہے ہیں "۔

مسٹر ہڈسٹن نے اپنی اُنگلی ہلاتے ہوئے کہا " او شریر یا شریر لڑکے ۔ میں متقی نہیں ہوں ۔ میں ہمیشہ حد سے بڑھے ہوئے تقوے سے متنفر رہا ہوں ۔ لیکن یقین کرنا ۔ کہ عمر بھر ایک خاص قسم کی نیکی سے کبھی مجتنب نہیں رہا ۔ مسٹر کیلیس ۔ میں اس سے انکار نہیں کرتا ۔ کہ میں بُرا ہوں ۔ خطاکار ہوں لیکن اپنی بیوی کے مرنے کے بعد مجھ پر یہ حالت طاری ہوئی ۔ تم جانتے ہو ۔ رنڈوا ہو کر انسان کیا کچھ نہیں کرتا ۔ میں یہ نہیں کہتا ۔ کہ گنہگار نہیں ہوں ۔ البتہ اتنا سمجھتا ہوں ۔ کہ گنہگاری کے بھی مدارج ہیں ۔ اور اس کا ذکر ——————

ایلو !! " اس موقع پر دفعتاً اس کا ہاتھ اوپر اُٹھا ۔ اُنگلیاں پھیل گئیں ۔ اور چہرے پر اضطراب اور دہشت نمایاں ہو گئی ۔ کچھ وقفے کے بعد وہ ناقابل بیان اطمینان سے کہنے لگا

"کچھ نہیں۔ صرف بارش کا شور تھا۔ خدایا تیرا شکر ہے!"

چند لمحے کے لئے وہ بے حس و حرکت گدیلوں میں پڑا رہا۔ گویا غش میں ہے۔ اس کے بعد ہوشیار ہو کر کسی قدر بھرائی ہوئی آواز میں پھر میرے آ جانے پر میرا شکریہ ادا کرنے لگا۔

میں نے کہا "صاحب میرا ایک سوال ہے۔ کیا یہ سچ ہے۔ کہ روپیہ اس وقت بھی آپ کے پاس ہے؟"

وہ اس سوال پر کسی قدر گھبرایا۔ لیکن آخر با دل ناخواستہ مان گیا۔ کہ تھوڑا سا روپیہ اس وقت بھی موجود ہے۔

میں نے کہا "کیا یہ درست نہیں۔ کہ وہ لوگ محض اپنے روپے کی وجہ سے ہمارے درپے ہیں؟ آخر یہ روپیہ انہیں دے ہی کیوں نہ دیا جائے؟"

بڈھے نے سر ہلا کر کہا "آہ۔ میں یہ کر کے دیکھ چکا ہوں۔ لیکن افسوس۔ وہ نہیں مانتے۔ وہ میری جان کے خواہاں ہیں"۔

نارتھ مور نے کہا "ہڈلسٹن صاحب۔ یہ کسی قدر نا انصافی کی بات ہے۔ آپ کو یہ بھی تو بیان کرنا چاہیئے۔ کہ آپ انہیں جو رقم پیش کر رہے ہیں۔ وہ تقریباً بقدر دو لاکھ پونڈ کے کم ہے۔ فرینک! اتنی کمی تو بہت زیادہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے

کہ وہ لوگ اس رقم کو بے حقیقت کہتے ہیں۔ پھر تم اطالویوں کو تو جانتے ہی ہو۔ ان کا یہ خیال ہے۔ اور میرے نزدیک بھی درست ہے۔ کہ جب وہ جان ہی کے خواہاں ہیں۔ تو ممکن ہے انھیں روپیہ بھی مل جائے۔ اور جان بھی۔ اور اس کے علاوہ اور بھی کچھ لطف بیٹھے بٹھائے حاصل ہو جائے"۔

میں نے پوچھا۔ "کیا روپیہ اسی قصر میں رکھا ہے؟"

نارتھمور نے کہا۔ "ہاں۔ یہیں موجود ہے۔ کاش وہ قصر کی بجائے سمندر کی تہ میں ہوتا"۔

اس کے بعد وہ دفعتہً بول اُٹھا۔ "مسٹر ہڈلسٹن۔ آپ مُنہ کیوں بنا رہے ہیں؟ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کیسلیس اتنا کمینہ ہے۔ کہ آپ کی جان بیچ دے گا؟"

مسٹر ہڈلسٹن نے بہت زور سے کہا۔ "ہرگز نہیں۔ میرے دل میں تو اس قسم کا خیال بھی نہیں آ سکتا"۔

نارتھمور نے اپنے بدترین انداز سے جواب دیا۔ "آپ کے لئے یہی اچھا ہے۔ کیونکہ اگر آپ نے ہمیں بیزار کر دیا۔ تو قصہ ہی ختم ہو جائے گا"۔ (میری طرف متوجہ ہو کر) "کیسلیس! تم کیا کہہ رہے تھے؟"

میں نے کہا "میں آج سہ پہر کے لئے ایک کام تجویز کر رہا تھا۔ آؤ۔ اس روپے کو نکال کر قصر کے دروازے پر رکھ دیں۔ تاکہ کاربونیری آئیں۔ اور اسے لے جائیں گے"

مسٹر ہڈلسٹن نے چلا کر کہا "نہیں نہیں۔ وہ روپیہ اُن کا نہیں۔ نہ کبھی ہو سکتا ہے۔ وہ تو میرے تمام قرض خواہوں میں بحصہ رسدی تقسیم ہونا چاہئے"

نارتھمور نے کہا "ہڈلسٹن صاحب۔ اب اس قصے کو چھوڑ دو۔ فضول باتیں نہ کرو"

بدبخت بڈھے نے دردناک انداز سے کہا "مگر میری بیٹی کا کیا ہوگا"؟

نارتھمور نے کہا "اپنی بیٹی کا فکر نہ کرو۔ وہ ہر حالت میں اچھی رہے گی۔ کیسلیس اور میں دونوں اس کے طلبگار ہیں۔ ہم میں کوئی بھوکا کنگال بھی نہیں۔ اسے ہمیں دونوں میں سے شوہر منتخب کرنا ہے۔ باقی رہے تم۔ سو دلیل کی ایک تو یہ ہے۔ کہ تمہارا اس روپے میں سے ایک پیسے پر بھی کوئی حق نہیں۔ اور اگر میرا قیاس غلطی نہیں کرتا۔ تو تم عنقریب مرنے والے بھی ہو"

اس میں شک نہیں۔ کہ نارتھ مور کے الفاظ بے دردانہ تھے۔
لیکن ہڈسٹن ایک ایسا آدمی تھا۔ جس سے کسی کے دل میں ہمدردی
پیدا ہی نہ ہوتی تھی۔ اگرچہ میں نے دیکھا۔ کہ نارتھ مور کے الفاظ
سے اس کے چہرے پر اضطراب اور جسم پر لرزہ طاری ہو رہا تھا۔
لیکن میں نے دل ہی دل میں نارتھ مور کی تائید کی۔ بلکہ اس کی ملامت
پر یہ کہہ کر اضافہ بھی کر دیا :۔

"نارتھ مور اور میں تمہاری جان بچانے میں تو اعانت کر سکتے
ہیں۔ لیکن مال مسروقہ لے کر بھاگ جانے میں مدد نہیں دے
سکتے"

وہ کچھ مدت تک ایک خاص کشمکش میں مبتلا رہا جس سے
معلوم ہوتا تھا۔ کہ غم و غصے سے پیچ و تاب کھا رہا ہے۔ اور
عنقریب کچھ کہا چاہتا ہے۔ لیکن آخر اس نے مآل اندیشی اور
موقع شناسی ہی سے کام لے کر کہا "میرے پیارے لڑکو۔
میں اور میرا روپیہ دونوں تمہارے اختیار میں ہیں۔ جو چاہو
کرو۔ میں تمہیں پر چھوڑتا ہوں۔ اب جاؤ۔ ذرا میں اپنے
حواس ٹھکانے کر لوں"

ہم وہاں سے خوش خوش چل دئے۔ بڈھے نے پھر اپنی

عظیم الشان بائبل کی طرف توجہ کی۔ اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے آنکھوں پر عینک لگا کر پڑھنے لگا ❖



فصل ہفتم

قصر کے دریچے میں سے ایک آواز

اس دن سہ پہر کو جو واقعات پیش آئے۔ اُن کا نقش میرے دماغ پر ہمیشہ قائم رہے گا۔ ناتھ مور اور میں متیقن تھے۔ کہ حملہ عنقریب ہونے والا ہے۔ اور اگر واقعات کی رفتار کو کسی طرح بدل دینا ہمارے اختیار میں ہوتا۔ تو ہم اس اختیار کو آنے والے حادثے کے التواء کی خاطر کبھی استعمال نہ کرتے۔ بلکہ اسے قریب تر لانے کی کوشش کرتے۔ بلاشبہ ہمیں نہایت شدید خطرات لاحق تھے۔ لیکن سچ یہ ہے۔ کہ اس وقت جو گومگو کی حالت ہم پر طاری تھی۔ اس سے زیادہ کوئی سخت سے سخت مصیبت بھی ہمارے تصور میں نہ آسکتی تھی + اگرچہ میں ہمیشہ سے مطالعے کا بہت

شوقین رہا ہوں۔ لیکن اس دن قصر میں بیٹھے بیٹھے میں نے جتنی کتابیں اُٹھا اٹھا کر دیکھیں۔ ویسی بے لذت اور روکھی پھیکی کتابیں آج تک دیکھنے میں نہیں آئیں۔ جوں جوں گھڑیاں گزرتی جاتی تھیں۔ احساس کی کشمکش کا یہ حال ہوتا جاتا تھا۔ کہ آخر گفتگو بھی محال ہوگئی۔ مَیں اور نارتھ مور کبھی کسی آواز پر نہایت توجہ سے کان لگا دیتے تھے۔ اور کبھی بالائی منزل کے کسی دریچے میں سے ترائی کی طرف جھانکنے لگتے تھے۔ لیکن ہمارے دشمنوں کے وجود کا کہیں نشان تک نظر نہ آتا تھا +

میں نے روپے کے متعلق جو تجویز پیش کی تھی۔ اُس پر میں نے اور نارتھ مور نے بار بار بحث کی۔ اگر ہمارے ہوش و حواس ہمارے قابو میں ہوتے۔ تو ہم یقیناً اس تجویز کو احمقانہ قرار دے کر چھوڑ دیتے۔ لیکن ہمیں تو خوف و دہشت نے مدہوش کر رکھا تھا۔ ہم تو تنکے کا سہارا ڈھونڈتے تھے۔ اگرچہ میری تجویز پر عمل کرنا اس امر کا اشتہار دینے کے برابر تھا۔ کہ مسٹر ہڈلسٹن اسی مکان میں موجود ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم نے اس پر عمل درآمد کا تہیہ کر ہی لیا +

رقم کا کچھ حصہ تو نقدی کی صورت میں تھا۔ کچھ بنک نوٹ تھے۔

اور کچھ ہنڈیاں تھیں۔ جو جیمز گریگوری کے نام قابلِ وصول تھیں۔ ہم نے یہ تمام رقم نکالی۔ اس کو شمار کیا۔ پھر اُسے نارتھمور کے ایک صندوقچے میں جو خط کتابت کے لئے مخصوص تھا۔ بند کر دیا۔ اور اطالوی زبان میں ایک خط لکھ کر صندوقچے کے دستے کے ساتھ ٹانک دیا۔ اس خط میں حلفیہ بیان کیا گیا تھا۔ کہ ہڈلسٹن کا دیوالا نکل جانے کے بعد اس کے پاس صرف یہی رقم باقی ہے۔ اس بیان کے نیچے میرے اور نارتھمور کے دستخط ثبت تھے۔

دُنیا بھر میں کوئی دو آدمی ایسے نہ ہوں گے۔ جنہوں نے عقل و ہوش کا دعوٰے رکھنے کے باوجود اس قسم کی مجنونانہ حرکت کا ارتکاب کیا ہو۔ اگر وہ صندوقچی اطالویوں کی بجائے کسی اَور کے ہاتھ پڑ جاتی۔ تو ہم دونوں اپنی تحریری شہادت کی بنا پر مجرم قرار پا کر یقیناً جیل خانے میں ٹھونس دئے جاتے۔ لیکن میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ کہ ہم دونوں کے حواس بالکل بے کار ہو رہے تھے۔ ہم کسی بات کو متانت کے ساتھ سوچ ہی نہ سکتے تھے۔ ہم پر تو صرف یہی خیال غالب تھا۔ کہ اس تعویق و انتظار کی کشمکش کا خاتمہ کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ تدبیر ضرور

کرنی چاہیئے۔ گو وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ مزید براں چونکہ ہم دونوں کو یقین تھا۔ کہ ترائی کی تمام خندقوں اور غاروں میں ایسے جاسوس پوشیدہ ہیں۔ جو ہماری حرکات وسکنات کو بغور دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں یہ اُمید تھی۔ کہ جب ہم صندوقچہ لے کر نکلیں گے۔ تو ممکن ہے۔ گفت وشنید کی نوبت آجائے۔ اور بالآخر مفاہمت ہی ہو جائے۔

جب ہم قصر سے نکلے۔ تو کوئی تین بجے کا عمل ہوگا۔ بارش تھم چکی تھی۔ سورج نہایت بشاشت سے چمک رہا تھا۔ مُرغابیاں مکان سے اس قدر قریب اُڑ رہی تھیں۔ اور انسانوں کے آس پاس ایسی بے خوفی سے پھر رہی تھیں۔ کہ دیکھ کر تعجب ہوتا تھا۔ ابھی ہم دہلیز ہی پر تھے۔ کہ ان میں سے ایک پھڑپھڑاتی ہوئی ہمارے سروں کے اوپر سے گزر گئی۔ اور میرے کانوں میں اپنی وحشیانہ قلقاری کی گونج پیدا کرتی گئی۔

نارتھمور نے جو تمام آزاد خیالوں کی طرح توہم پرست واقع ہوا تھا۔ مجھ سے کہا وہ یہ تمہارے لئے ایک فال بد ہے۔ غالباً مرغابیاں ہمیں ابھی سے سمجھنے لگی ہیں۔

میں نے کوئی ہلکا سا جواب دے کر ٹال دیا۔ لیکن حقیقت

یہ ہے۔ کہ اس واقعے نے مجھے بھی متأثر کر دیا تھا ٭

صدر دروازے کے سامنے ایک یا دو گز کے فاصلے پر سبزے کا ایک صاف سا قطعہ تھا۔ وہاں ہم نے صندوقچہ رکھ دیا۔ اور نارتھ مور ایک سفید رومال سر سے اونچا کر کے لہرانے لگا۔ لیکن کسی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ ہم نے اطالوی زبان میں پکار پکار کر کہا۔ کہ ہم جھگڑا چکانے کے لئے ایلچی بن کر آئے ہیں۔ لیکن مرغابیوں کی قیں قیں اور لہروں کے شور کے سوا اس سکوت زار میں کوئی آواز سنائی نہ دی۔ جب ہم اپنی کوششوں سے دست بردار ہوئے۔ تو میرا دل بہت بھاری ہو رہا تھا۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ نارتھ مور کا چہرہ بھی خلافِ معمول بہت ہی زرد ہو رہا ہے۔ ایک دفعہ تو اس نے گھبراہٹ میں پیچھے مڑ کر بھی دیکھا۔ گویا اسے یہ خوف لاحق ہو رہا تھا۔ کہ کہیں کوئی شخص چھپ چھپا کر اس کے اور قصر کے دروازے کے درمیان نہ آ پہنچا ہو ٭

اس نے نہایت آہستہ سے کہا۔ "خدا کی قسم۔ میں تو اس حالت کو برداشت نہیں کر سکتا" ٭

میں نے اسی طرح سرگوشی ہی میں جواب دیا۔ "فرض کرو۔ یہاں اُن میں سے کوئی بھی نہ ہو۔ اور ہم یوں ہی چلاتے پھرتے

ہوں"؂

اس نے اپنا سر جھکا کر خوف زدہ انداز میں ایک طرف اشارہ کیا۔ اور کہا "ذرا اُدھر دیکھنا"؂

میں نے اُس طرف نگاہ اُٹھائی۔ تو بجری جنگل کے شمالی حصے میں دُھواں اُٹھ رہا تھا۔ اور اس کی ایک لکیر اُٹھ کر سیدھی آسمان کی طرف جا رہی تھی؂

میں نے پھر آہستہ سے کہا "نارتھ مور۔ اس گومگو کی حالت کو برداشت کرنا بالکل محال ہے۔ میں تو اس پر مرنے کو پچاس دفعہ ترجیح دیتا ہوں۔ تم یہاں قصر کی نگہداشت کے لئے ٹھہرو۔ میں سیدھا وہاں جا کر پتہ چلاتا ہوں۔ گو مجھے براہ راست اُن لوگوں کے ڈیرے ہی میں جانا پڑے"؂

نارتھ مور نے ایک دفعہ پھر آنکھوں کو سکیڑ کر چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ اور اس کے بعد میری تجویز پر اثبات کا سر ہلایا؂

میرے دل کی دھڑکن ہتوڑے کی ضرب کی طرح تیز ہو رہی تھی۔ میں دھوئیں کی طرف نہایت سرعت سے چل دیا۔ اگرچہ اُس وقت تک میں سردی سے ٹھٹھر رہا تھا۔ لیکن اچانک مجھے اپنے جسم پر حرارت کی ایک لہر دوڑتی ہوئی معلوم ہوئی۔ اس طرف

زمین بے انتہا ناہموار تھی۔ اور ایک سو مربع گز کے رقبے میں تقریباً ایک سو آدمی الگ الگ کمیں گاہوں میں چھپ کر بیٹھ سکتے تھے۔ لیکن یہاں میں نے اپنے تجربے سے فائدہ اُٹھایا۔ اور ایسے راستے اختیار کیئے۔ جن سے کمیں گاہوں کا راز برابر فاش ہوتا چلا جائے ✦ میں ایسی چٹانوں اور ایسے ٹیلوں پر سے ہو کر جا رہا تھا۔ جن سے بیک وقت متعدد خندقوں اور غاروں میں نظر پڑتی تھی۔ چنانچہ میری اس احتیاط کا انعام بھی مجھے جلد ہی مل گیا۔ ایک دفعہ میں دفعتاً ایک ایسے ٹیلے کی چوٹی پر جا پہنچا۔ جو آس پاس کے تمام ٹیلوں سے کسی قدر اونچا واقع ہوا تھا۔ وہاں سے کوئی تیس گز کے فاصلے پر میں نے دیکھا۔ کہ ایک شخص جو جھک کر تقریباً دُہرا ہو رہا ہے۔ ایک کھڈ کی تہ میں اندھا دُھند بھاگا چلا جا رہا ہے۔ گویا میں نے ایک جاسوس کو اُس کی کمیں گاہ سے بھگا دیا تھا۔ میں نے اسے دیکھتے ہی انگریزی اور اطالوی زبان میں نہایت بلند آواز سے پکارا۔ جب اس نے دیکھا۔ کہ اب اخفا ممکن نہیں۔ تو وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اور کھڈ میں سے پھلانگتا ہوا جنگل کی حدود کی جانب تیر کی طرح ہوا ہو گیا ✦ اب مجھے کیا پڑی تھی۔ کہ اس کا تعاقب کرتا پھرتا؟ مجھے یہ تو

معلوم ہو ہی چکا تھا۔ کہ قصر میں ہماری نگہداشت کی جا رہی ہے چنانچہ میں تقریباً پہلے ہی رستے سے واپس روانہ ہوا۔ اور بہت جلد وہاں پہنچ گیا۔ جہاں نارتھ مور صندوقچہ لئے میرا انتظار کر رہا تھا۔ اس کا رنگ پہلے سے بھی زرد تر ہو رہا تھا۔ اور اس کی آواز میں کسی قدر لرزش پیدا ہو رہی تھی۔

اس نے پوچھا "کیا تم نے اس کی شکل صورت بھی دیکھی؟"

میں نے جواب دیا "اس نے میری طرف مڑ کے دیکھا ہی نہیں۔ صورت کیسے نظر آجاتی؟"

نارتھ مور نے آہستہ سے کہا "چلو۔ فرینک۔ گھر چلیں۔ میں بزدل تو نہیں ہوں۔ لیکن اس مصیبت کو اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتا"۔

جب ہم قصر میں جانے کے لئے واپس چلے۔ تو سورج بدستور چمک رہا تھا۔ اور قصر کے گرد خاموشی طاری تھی۔ مرغابیوں نے بھی اپنا حلقۂ پرواز وسیع کر دیا تھا۔ اور اب ساحل بحر اور ریت کے ٹیلوں کے پاس ان کی جھلک سی دکھائی دے رہی تھی۔ اس تنہائی اور ویرانی سے مجھ پر ایسا خوف طاری ہوا۔ کہ ایک پوری مسلح پلٹن سے بھی نہ ہوتا۔ جب تک ہمارے واخلے

کے بعد دروازہ مضبوطی سے بند نہیں کر دیا گیا۔ میں پوری طرح سانس بھی نہیں لے سکا۔ آخر جب ہمارے دل کسی قدر مطمئن ہو گئے تو نارتھ مور نے مجھے اور میں نے نارتھ مور کو نظر جما کے دیکھا۔ اور غالباً ایک دوسرے کی زرد اور گھبرائی ہوئی صورت کے متعلق اپنے دلوں میں الگ الگ تصوّرات کا نقشہ کھینچا +

میں نے کہا "نارتھ مور۔ تمہارا خیال درست تھا۔ وقت آن پہنچا۔ آؤ پیارے دوست۔ آخری دفعہ مصافحہ تو کرلیں" +

اس نے جواب دیا "ہاں۔ میں ضرور مصافحہ کروں گا۔ کیونکہ میرے دل میں یقیناً کوئی کینہ نہیں۔ لیکن یاد رکھو۔ اگر کسی لطیفۂ غیبی کے باعث ہم ان بدمعاشوں سے بچ نکلے۔ تو پھر میں جائز و ناجائز ہر وسیلے سے تم پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کروں گا" +

میں نے کہا "تم مجھے خواہ مخواہ دق کرتے ہو" +

اس نے کہا "تم نہیں سمجھتے۔ بات یہ ہے۔ کہ میں مکّار اور فریبی نہیں ہوں۔ میں اپنی حفاظت کر رہا ہوں۔ مسٹر کیسیلیں۔ میری باتوں سے تم دق ہو یا نہ ہو۔ میں اس کی ذرّہ برابر بھی پرواہ نہیں کرتا۔ میں محض اپنی تسکین کے لئے باتیں کر رہا ہوں۔ تمہاری تفریح کے لئے نہیں۔ میری طرف سے تم ابھی اوپر کی

منزل پر جا کر کلیرا سے عشق بازی کرو۔ میں یہیں ٹھہرتا ہوں"۔
میں نے جواب دیا "لیکن میں تو تمہارے ساتھ ٹھہروں گا
کیا تمہارا یہ خیال ہے۔ کہ میں تمہیں اس مصیبت میں چھوڑ کر کھسک جاؤں گا۔ گو تم اس کی اجازت ہی دے دو"؟
اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "فرینک۔ افسوس تو یہ ہے۔ کہ تم بالکل گدھے واقع ہوئے ہو۔ اور تمہاری ساخت انسانوں کی سی ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ مجھے آج کا دن خوش وقتی سے گزارنا چاہیئے۔ اور تم کوشش بھی کرو۔ تو مجھے مشتعل نہ کر سکو۔ (کسی قدر نرمی سے) سنتے ہو؟ میں اور تم دونوں انگلستان بھر میں سب سے زیادہ مصیبت زدہ آدمی ہیں۔ دونوں کی عمر تیس تیس سال سے زیادہ ہو گئی۔ نہ بیوی ہے۔ نہ بچہ ہے۔ کوئی دکان بھی تو نہیں۔ جس کے اہتمام ہی میں وقت بسر کریں۔ دونوں غریب ہیں۔ بدبخت ہیں۔ برباد ہیں۔ اور اب ایک لڑکی کے لئے لڑ رہے ہیں۔ حالانکہ برطانیہ عظمیٰ میں لاکھوں لڑکیاں بھری پڑی ہیں + آہ۔ فرینک! فرینک!! اس کشمکش میں جو شخص ہار جائے گا۔ وہ میں ہوں یا تم۔ مجھے اس سے ہمدردی ہو گی۔ اس کے لئے تو یہی بہتر ہے۔ (جیسے بائبل میں لکھا ہے) کہ اس کی

گردن میں ایک چکّی کا پاٹ باندھ کر اسے سمندر میں غرق کر دیا جائے ۔ (اس موقعے پر اس نے دفعتاً مگر اسی لہجے میں کہا) آؤ تھوڑی سی شراب پئیں !"

میں اس کے الفاظ سے متاثر ہو رہا تھا۔ ہم دونوں کھانے کے کمرے کی میز پر جا بیٹھے ۔ نارتھمور نے شیری کا گلاس اُٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگایا ۔ اور کہنے لگا :-

"فرینک ۔ اگر اس آویزش میں تم جیت گئے ۔ اور میں ہار گیا۔ تو شراب نوشی شروع کر دوں گا ۔ لیکن اگر تم ہار گئے ۔ تو کیا کروگے ؟"

میں نے جواب دیا۔ "خدا جانے ۔"

اس نے کہا "خیر ۔ آؤ ۔ اطالوی خطرے کی یاد میں ایک جام پئیں !"

دن کا باقی حصہ اسی خوف ناک پریشانی اور اضطراب میں گزرا ۔ میں نے کھانے کی میز آراستہ کی ۔ نارتھمور اور کلیرا باورچی خانے میں اکٹھے کھانا تیار کرتے رہے ۔ میں ادھر اُدھر سے گزرتا ہوا ان کی باتیں سُنتا تھا ۔ اور اس امر پر بے انتہا متعجب تھا ۔ کہ وہ ہر وقت میرے ہی متعلق گفتگو کرتے تھے ۔

نارتھ مور نے پھر میرا اور اپنا نام لے کر کلیرا سے کہا "کہ دونوں میں سے اپنا شوہر منتخب کرلو" لیکن نارتھ مور نے میرے متعلق جتنی باتیں کیں۔ اُن سے ہمدردی کے تاثرات ظاہر ہوتے تھے۔ اس نے میرے خلاف کوئی بات نہ کی۔ اور جب کبھی اس قسم کا موقع بھی آیا۔ تو اس نے اپنے آپ کو بھی ملامت میں میرا شریک کرلیا۔ اس سے میرے دل میں بے انتہا تشکر کے جذبات پیدا ہوئے۔ اور ہمارے مشترک خطرے کے خیال نے مجھے اس قدر متاثر کیا۔ کہ میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ میں نے خیال کیا۔ (گو اس خیال میں ایک مضحکہ خیز تفاخر پوشیدہ تھا) کہ ہم تینوں نہایت ہی شریف اور بلند حوصلہ انسان ہیں۔ جو ایک بے ایمان مہاجن کی حمایت میں عنقریب تباہ ہو جانے والے ہیں!

کھانے کی میز پر بیٹھنے سے پہلے میں نے بالائی منزل کے ایک دریچے سے باہر جھانکا۔ شام ہونے کو تھی۔ ترائی کی سرزمین بالکل ویران تھی۔ صندوقچہ بدستور وہیں پڑا تھا۔ جہاں ہم چند گھنٹے پیشتر اسے رکھ آئے تھے۔

مسٹر ہڈلسٹن ایک لمبی سی زرد عبا پہنے ہوئے میز کے ایک سرے پر آ بیٹھے۔ کلیرا دوسرے پر بیٹھ گئی۔ اور میں اور نارتھ مور

میز کے پہلوؤں پر ایک دوسرے کے سامنے متمکن ہو گئے۔ لیمپ
کی روشنی تیز تھی۔ شراب بہت اچھی تھی۔ دوسری کھانے کی چیزیں
گو زیادہ تر ٹھنڈی تھیں۔ لیکن ان کی عمدگی میں کوئی شبہ نہ تھا۔ ہم
سب خاموشی ہی میں ایک دوسرے سے متفق ہو رہے تھے۔ ہم نے
آنے والے خطرے کا ذکر بھی پاس نہ پھٹکنے دیا۔ اور اپنے دہشت ناک
حالات کے باوجود خلاف توقع نہایت لطف و مسرت کے ساتھ
کھانے میں مصروف رہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ وقتاً فوقتاً
میں یا نارتھمور میز سے اُٹھ کر تحفظ کے سامانوں کا جائزہ لے لیتے
تھے۔ چنانچہ ہر ایسے موقعے پر مسٹر ہڈلسٹن کو از سرِ نو اپنی خوفناک
مصیبت کا احساس ہو جاتا تھا۔ وہ اپنی ہیبت زدہ نگاہیں اُٹھاتے
تھے۔ اور ایک لمحے کے لئے ان کے بشرے پر خوف کے آثار
نمایاں ہو جاتے تھے۔ لیکن وہ جھٹ اپنا گلاس خالی کر کے اور
رومال سے پیشانی کا پسینہ پونچھ کر پھر گفتگو میں شامل ہو جاتے تھے۔

اس وقت میں مسٹر ہڈلسٹن کی حاضر جوابی اور معلومات کو
دیکھ بہت متعجب ہوا۔ وہ کوئی معمولی انسان نہ تھا۔ اس کا مطالعہ
و مشاہدہ تمام تر ذاتی تھا۔ اس کے فطری خصائص نہایت محکم
تھے۔ اور گو اس شخص کی محبت میرے دل میں کبھی پیدا نہیں ہوئی

لیکن اس کی قابلیتوں سے مجھ پر صاف ظاہر ہوگیا۔ کہ کاروبار میں اس کی کامیابی کی وجہ کیا تھی۔ اور دیوالے سے پہلے وہ ہمچشموں میں کس قدر معزز و ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی۔ کہ اس میں مجلسی اوصاف بدرجہ کمال موجود تھے۔ گو میں نے پہلے کبھی اس کی باتیں نہ سُنی تھیں۔ لیکن اس ناگوار موقعے پر جو کچھ میں نے دیکھا اور سُنا۔ اس کی بنا پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ میں نے اس سے بہتر گفتگو کرنے والا عمر بھر نہیں دیکھا ؁

وہ نہایت جوش و خروش اور نمایاں بے شرمی سے ہمیں ایک نہایت بدمعاش اور بے ایمان سوداگر کی کارستانیوں کا حال سُنا رہا تھا۔ جسے اس نے جوانی کے زمانے میں دیکھا تھا۔ اور جس کی حرکات کا نہایت عمیق مطالعہ کیا تھا۔ ہم سب اس کی باتوں کو مسرّت اور حیرت کے ملے جلے جذبات سے سُن رہے تھے۔ کہ اتنے میں ایک چونکا دینے والے واقعے نے یکلخت ہماری چھوٹی سی محفل کو درہم برہم کر دیا ؁

کھڑکی کے شیشے پر ایک اُنگلی کی آہٹ سُنائی دی۔ ایک لمحے میں ہم سب کے چہرے فق ہو گئے۔ اور ہم میز کے گرد ساکن و جامد بیٹھے کے بیٹھے ہی رہ گئے ؁

آخر میں نے کہا "شاید گھونگا ہو گا" کیونکہ میں نے سُن رکھا تھا۔ کہ گھونگا جانور تقریباً اسی قسم کی آہٹ پیدا کیا کرتا ہے +

نارتھمور نے کہا "ارے اس گھونگے کا ستیاناس! ——

—— چُپ!"

وہی آہٹ دوبار مساوی وقفوں سے سُنائی دی۔ اس کے بعد ایک پُرہیبت آواز دریچوں میں سے داخل ہوئی اور اطالوی زبان کا لفظ "غدار" سارے قصر میں گونج گیا!

مسٹر ہڈلسٹن کا سر ایک دم اوپر کو اُٹھا۔ اس کے پپوٹے لرزنے لگے۔ اور وہ غش کھا کر میز کے نیچے گر پڑا۔ نارتھمور اور میں فوراً اسلحہ خانے کی طرف بھاگے۔ اور بندوقیں لے آئے۔ کلیرا اپنے گلے پر ہاتھ رکھے اُٹھ کھڑی ہوئی +

ہم اسی طرح کھڑے انتظار کرتے رہے۔ کیونکہ ہمارا خیال تھا۔ کہ حملے کا وقت یقیناً آن پہنچا ہے۔ لیکن لمحے پر لمحہ گزرتا چلا گیا۔ اور قصر کے آس پاس امواج بحر کی آواز کے سوا کامل خاموشی طاری رہی +

نارتھمور نے کہا "جلدی کرو۔ ان کے آنے سے پہلے ہڈلسٹن کو اوپر پہنچا دیں" +



بلند قامت آدمی کا خاتمہ

ہم تینوں مل ملا کر کسی نہ کسی طرح برنرڈ ہڈلسٹن کو اُٹھا کر بالائی منزل پر لے گئے۔ اور اسے "چچا کے کمرے" میں بستر پر لٹا دیا۔ اس تمام عمل کے دوران میں اسے بالکل ہوش نہ آیا۔ اور جب ہم نے اسے بستر پر لٹایا۔ تو اس کے جسم کی ہیئت میں میں بھی کوئی تغیر نمودار نہ ہوا۔ اس کی لڑکی نے اس کی قمیص کے بٹن کھول دئیے۔ اور اس کے سر و سینے پر ٹھنڈا پانی ڈالنے لگی۔ لیکن نارتھ مور اور میں پھر کھڑکی کی طرف بھاگے۔ مطلع بالکل صاف تھا۔ چاند جو اب قریباً بدر ہو چکا تھا۔ طلوع کر کے ترائی پر

اپنی صاف روشنی ڈال رہا تھا۔ ہم نے چاندنی میں ہر طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ لیکن کوئی متحرک چیز دکھائی نہ دی۔ سامنے کا میدان میں چند سیاہ دھبے ضرور نظر آ رہے تھے۔ لیکن ان کا پہچاننا محال تھا۔ ممکن ہے۔ وہ چھپے ہوئے انسان ہی ہوں۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ کسی چیز کا سایہ ہی پڑ رہا ہو۔ بہر حال یقینی طور سے کچھ معلوم ہونا بالکل ناممکن تھا۔

نارتھ مور نے کہا "خدا کا شکر ہے۔ کہ آج کی رات "ایگی" آنے والی نہیں"۔

"ایگی" بڑھیا انا کا نام تھا۔ نارتھ مور اب تک اس کا خیال بھی دل میں نہ لایا تھا۔ لیکن مجھے اس امر پر بہت ہی تعجب ہوا۔ کہ آخر نارتھ مور جیسے آدمی کو اس بڑھیا کا خیال ہی کیونکر آیا۔

ہم پھر انتظار کی تکلیف میں مبتلا ہو گئے۔ نارتھ مور نے آتش دان کے پاس جا کر اپنے ہاتھ انگاروں کے سامنے اس طرح پھیلا دئے۔ گویا سردی سے ٹھٹھر رہا ہے۔ میں نے عادتاً اپنی نگاہوں سے اس کا تعاقب کیا۔ اور اس تعاقب میں میری پشت دریچے کی طرف ہو گئی۔ عین اس وقت بندوق کی ایک ہلکی سی آواز باہر سے سنائی دی۔ ایک گولی نے دریچے کے شیشے کو چور چور کر دیا۔

اور میرے سر سے کوئی دو انچ اوپر گزرتی ہوئی سامنے کے کواڑ میں جا لگی ۔ مجھے کلیرا کی ایک چیخ سنائی دی ۔ اگرچہ میں گولی کی زد سے بچ کر جھٹ ایک کونے میں ہو رہا تھا ۔ لیکن کلیرا میرے سامنے کھڑی ہوئی مجھ سے پوچھ رہی تھی "کیا تمہارے چوٹ تو نہیں آئی ؟" میں نے اپنے دل میں محسوس کیا ۔ کہ اگر اس قسم کی مرحمت آمیز توجہات مجھے بطور انعام حاصل ہوں ۔ تو پھر ہر روز مرہ اور دن بھر اپنے سینے پر گولیاں کھانا بھی کچھ مشکل نہیں ۔ میں اپنی خطرناک حالت کو قطعاً بھول گیا ۔ اور انتہائی محبت اور شفقتگی کے انداز میں کلیرا کو تسلی دینے لگا ۔ آخر نارتھمور کی آواز نے اس طلسم بے خودی کو توڑا ۔

"وہ ہوائی بندوق معلوم ہوتی ہے ۔ یہ لوگ چاہتے ہیں ۔ کہ شور نہ مچے "

میں نے کلیرا کو ایک طرف کر کے نارتھمور پر نگاہ ڈالی ۔ اس کی پیٹھ آتش دان کی طرف تھی ۔ اور وہ اپنے ہاتھ پس پشت باندھے ہوئے تھا ۔ اس کے تاریک بشرے کو دیکھ کر میں سمجھ گیا ۔ کہ اس کے سینے میں جذبات کا طوفان اُمڈ رہا ہے ۔ جب مارچ کی ایک رات کو ساتھ ہی کے کمرے میں اس نے مجھ پر

حملہ کیا تھا۔ جب بھی مجھے اس کے بشرے پر ایسی ہی تاریکی نظر آئی تھی۔ گو میں اُس کے غیظ و غضب کو ہر طرح حق بجانب سمجھ سکتا تھا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ میں اس کے نتائج کے خیال سے کانپ اُٹھا۔ گو اس کی نگاہیں سیدھی سامنے کی طرف تھیں۔ لیکن اس نے کنکھیوں سے ہمیں دیکھ لیا تھا۔ اور اس کے غم و غصّے کا پارہ برابر چڑھا جا رہا تھا۔ جس حالت میں باہر ہمارے خلاف ایک باقاعدہ معرکہ کارزار برپا ہو رہا تھا۔ اندرونی خانہ جنگی کے اس خطرے نے مجھے پریشان کر دیا۔

میں اس کے بشرے کو نہایت غور سے دیکھ رہا تھا۔ اور بدترین حادثے کے لئے بالکل تیار تھا۔ کہ اتنے میں اس کے چہرے پر ایک تغیر۔ ایک چمک اور ایک اطمینان کی جھلک دکھائی دی۔ پاس ہی میز پر ایک لمپ پڑا تھا۔ وہ لمپ اُٹھا کر اضطراب و ہیجان کے انداز سے ہماری طرف متوجہ ہوا۔ اور کہنے لگا:۔

"ہمیں ایک بات ضرور معلوم کر لینی چاہئے۔ کیا یہ لوگ ہم سب کو ذبح کر دینا چاہتے ہیں۔ یا صرف ہڈلسٹن کی جان کے درپے ہیں؟ کیا انہوں نے تم پر ہڈلسٹن کے دھوکے میں

گولی چلائی تھی۔ یا انہیں تمہاری ہی جان لینی منظور تھی ؟"

میں نے جواب دیا۔" یقیناً انہوں نے مجھے ہڈلسٹن ہی خیال کیا ہوگا۔ کیونکہ میرا قد بھی تقریباً اتنا ہی لمبا ہے۔ اور سر کے بال بھی سنہری ہیں "۔

نارتھمور نے کہا۔" میں پوری طرح تحقیق کرنا چاہتا ہوں"۔ یہ کہہ کر وہ کھڑکی کے پاس گیا۔ اور لمپ اپنے سر سے اونچا کر کے کوئی آدھ منٹ تک خاموشی سے موت کے منہ میں کھڑا رہا۔

کلیرا نے چاہا۔ کہ جھپٹ کر نارتھمور کو اس خطرے کے مقام سے ایک طرف کھینچ لے۔ لیکن میں نے قابلِ عفو خود غرضی سے کام لے کر اُسے زبردستی روکے رکھا۔

نارتھمور نہایت سکون کے ساتھ کھڑکی کے سامنے سے ہٹ گیا۔ اور کہنے لگا۔" ہاں۔ یہ درست ہے۔ وہ صرف ہڈلسٹن ہی کی جان کے درپے ہیں "۔

کلیرا نے چلّا کر کہا۔" اوہ۔ مسٹر نارتھمور"۔ اس کے سوا اَور کوئی لفظ اس کی زبان سے نہ نکل سکا۔ اور سچ یہ ہے۔ کہ کلیرا نارتھمور کی غیر مآل اندیشانہ بیباکی کا جو تماشا ابھی دیکھ چکی تھی۔ وہ الفاظ کے دائرے سے بالکل باہر معلوم ہوتا تھا۔

نارتھ مور سر اُٹھائے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ فتح وظفر کے شعلے اس کی آنکھوں میں چمک رہے تھے۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ اس نے محض کلیرا کی توجہ مبذول کرانے اور میری کامیاب حیثیت کو نقصان پہنچانے کی غرض سے اپنی جان خطرے میں ڈالی ہے۔ وہ میرے چہرے پر نگاہیں جمائے اپنی انگلیاں چٹخا رہا تھا ⁂

اس نے کہا "ابھی تو گولیاں چلنی شروع ہوئی ہیں۔ جب وہ اپنے معرکے میں ذرا گرما گئے۔ تو پھر کوئی احتیاط نہ کرینگے" ⁂

اس وقت دروازے میں سے ہمیں ایک آواز سنائی دی۔ ہم نے کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھا۔ تو چاندنی میں ایک آدمی کی صورت نظر آرہی تھی۔ جو اپنا چہرہ ہماری طرف اُٹھائے بالکل ساکن کھڑا تھا۔ اور سفید کپڑے کا ایک ٹکڑا اپنے بازو پر لٹکائے ہوئے تھا۔ اگرچہ وہ ترائی میں کئی گز کے فاصلے پر تھا۔ لیکن ہماری نگاہ سیدھی اس پر پڑ رہی تھی۔ اور چاند کی روشنی اس کی آنکھوں میں چمکتی ہوئی معلوم ہوتی تھی ⁂

اس کے ہونٹوں میں پھر جنبش پیدا ہوئی۔ اور وہ چند منٹ تک اس قدر بلند آواز سے بولتا رہا۔ کہ قصر کے ایک ایک گوشے میں اور جنگل کی حدود تک اس کی آواز سنائی دیتی رہی۔ یہ وہی

آواز تھی۔ جس نے کھانے کے کمرے کی کھڑکی میں سے "غدّار" کا نعرہ لگایا تھا۔ اس دفعہ اس نے ایک نہایت واضح اور مکمل بیان دیا۔ اور کہا "کہ اگر غدّار ہڈلسٹن ہمارے حوالے کر دیا گیا۔ تو ہم کسی کو کچھ نہ کہیں گے۔ ورنہ یاد رکھو۔ کہ تمہاری نعشوں پر کوئی رونے والا تک باقی نہ رہے گا"۔

نارتھمور نے بستر کی طرف رُخ کر کے کہا "کہو۔ ہڈلسٹن تم اس معاملے میں کیا کہتے ہو؟"

اس وقت تک تو اس مہاجن میں زندگی کے آثار بالکل مفقود تھے۔ کم از کم میں تو یہی سمجھتا تھا۔ کہ وہ غش میں ہے لیکن نارتھمور کے اس سوال پر وہ کچھ ایسے لہجے میں بول اُٹھا۔ جو صرف ہذیان کے مریضوں ہی سے مخصوص ہے۔ اس نے ہمیں قسمیں دینی شروع کیں۔ کہ "خدا کے لئے میرا ساتھ نہ چھوڑو"۔ اس سے زیادہ مکروہ اور کمینہ طرزِ عمل میرے تصوّر میں بھی نہ آ سکتا تھا۔

نارتھمور نے کہا "بس"۔ اس کے بعد اس نے کھڑکی کھول کر اپنا سر باہر نکالا۔ اور ایک خاتون کی موجودگی کا لحاظ کئے بغیر اس ایلچی کو انگریزی اور اطالوی میں نہایت مکروہ اور بازاری مغلّظات سُنائیں۔ اور اس کے بعد کہا "جہاں سے آئے ہو

وہیں بھاگ جاؤ"

مجھے یقین ہے۔ اس وقت نارتھمور کو سب سے زیادہ خوشی اس خیال سے ہو رہی تھی۔ کہ ہم سب رات گزرنے سے پہلے پہلے لقمۂ نہنگ اجل ہونے والے ہیں

اس اثناء میں اطالوی نے صلح کی جھنڈی اپنی جیب میں رکھ لی۔ اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا ریت کے ٹیلوں میں غائب ہو گیا

نارتھمور نے کہا ”یہ لوگ شریفانہ جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ اور سب کے سب بہادر سپاہی ہیں۔ کاش ہم سب۔ یعنی میں۔ تم اور میری پیاری کلیرا یہاں سے ٹل جاتے۔ اور بڈھے ہڈلسٹن کو بستر ہی کسی اَور پر چھوڑ جاتے۔ تم میری بات پر پریشان کیوں ہوتے ہو؟ ہم سب زندگی کا رستہ موت ہی کی منزل پر پہنچنے کے لئے طے کر رہے ہیں۔ جب تک وقت اجازت دے۔ ہمیں اس کا فائدہ اُٹھانا چاہئے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے۔ اگر میں ہڈلسٹن کا گلا گھونٹ سکتا۔ اور اس کے بعد کلیرا کو اپنی آغوش میں لے سکتا۔ تو کسی قدر فخر و اطمینان کی موت مر سکتا تھا۔ اب خدا کی قسم میں ایک بوسہ تو ضرور لونگا"

اس سے پیشتر کہ میں مداخلت کی کوشش کرتا۔ نارتھمور نے

نا رضامند لڑکی کو وحشیانہ اپنی آغوش میں بھینچ کر پے در پے اس کے بوسے لینے شروع کر دئیے + میں نے فوراً طیش سے اس کو گھسیٹ کر دیوار کے ساتھ دے مارا + وہ بلند آواز سے ہنسا اور دیر تک ہنستا رہا ۔ یہاں تک ۔ کہ مجھے اس کی عقل میں فتور کا اندیشہ لاحق ہو گیا ۔ کیونکہ وہ اپنے بہترین ایام میں بھی بہت کم ہنسا کرتا تھا +

جب اس کا جوشِ مسرت کسی قدر فرو ہوا ۔ تو اس نے کہا ” فرینک ۔ اب تمہاری باری ہے ۔ ذرا ہاتھ لاؤ ۔ خدا حافظ ۔ الوداع + “ لیکن جب اس نے دیکھا ۔ کہ میں کلیرا کو اپنے پہلو سے چمٹائے ہوئے غصے کی حالت میں ساکن و جامد کھڑا ہوں ۔ تو اس نے کہا ۔ ” ہیں ؟ کیا تم ناراض ہو گئے ؟ کیا تمہارا خیال یہ ہے ۔ کہ ہم مرتے وقت بھی سوسائٹی کے تکلفات کی پابندی ہی میں جکڑے رہیں گے ؟ میں نے ایک بوسہ لیا ہے ۔ اور اس پر خوش ہوں ۔ اگر تم چاہو ۔ تو تم بھی لے لو ۔ تاکہ حساب برابر ہو جائے “ +

میں نے نفرت کے ساتھ اس کی طرف سے منہ پھیر لیا ۔ اور اس نفرت کو چھپانے کی کوشش بھی نہ کی +

اس نے کہا "اچھا۔ تمہاری مرضی۔ تم عمر بھر خود پسندی کی ہوا میں اُڑتے رہے اور خود پسندی ہی میں مر جاؤ گے"
یہ کہہ کر وہ کُرسی پر بیٹھ گیا۔ ایک بندوق اپنے گھٹنوں پر رکھ لی۔ اور اس کے گھوڑے کو چیٹا چیٹا کر شغل تفریح کرتا رہا لیکن مجھے صاف نظر آ رہا تھا۔ کہ زندہ دلی اور خوش طبعی کا وہ اُبال (جو اس سے عمر بھر میں ایک ہی دفعہ ظاہر ہوا تھا) فرو ہو چکا ہے۔ اور اب پھر اس کی پیشانی پر فکر اور برہمی کی شکنیں نمودار ہو رہی ہیں۔
غالباً اس دوران میں ہمارے حملہ آور قصر میں داخل ہوتے رہے۔ اور ہم دونوں میں سے ایک نے بھی عقل و ہوش سے کام نہ لیا۔ سچ یہ ہے۔ کہ اس وقت ہم اس خطرے کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ جو ہماری زندگیوں کو پیش آ رہا تھا۔ عین اس وقت ہڈسٹن چیخ مار کر بستر پر سے اُچھل پڑا۔
میں نے پوچھا "کیا معاملہ ہے؟"
اس نے چلّا کر کہا "آگ۔ آگ۔ ان لوگوں نے گھر کو آگ لگا دی ہے"
نارتھمور فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور میں اور وہ دونوں مطالعے کے کمرے کی طرف بھاگے۔ یہ کمرہ سُرخ اور ہولناک روشنی سے

معمور تھا۔ ہمارے داخل ہوتے ہی ایک بہت بڑا شعلہ کھڑکی کے سامنے حائل ہو گیا۔ جس کا ایک شیشہ چڑ سے ٹوٹ کر اندر کے قالین پر جا پڑا۔ اصل میں ان لوگوں نے شاگرد پیشہ کے اس مکان میں آگ لگائی تھی۔ جہاں نارتھ مور تصویر کشی کی مشق کیا کرتا تھا ۔

نارتھ مور نے کہا "یہاں تو معاملہ مشکل نظر آتا ہے۔ آؤ۔ ذرا تمہارے پرانے کمرے کو آزمائیں "۔

ہم ایک دم ادھر بھاگے۔ اور جھروکا کھول کر باہر نظر ڈالی۔ قصر کی پچھلی دیوار کے ساتھ ساتھ ایندھن کے ڈھیر کے ڈھیر پڑے ہوئے جل رہے تھے۔ غالباً ان پر مٹی کا تیل کافی مقدار میں چھڑکا گیا تھا۔ کیونکہ ان میں سے بارش کے باوجود دھڑا دھڑ شعلے بلند ہو رہے تھے۔ آگ نے شاگرد پیشہ کے مکانوں پر پورا غلبہ پا لیا تھا۔ اور دمبدم تیز ہوئی جاتی تھی۔ پچھلا دروازہ ایک بہت بڑے الاؤ کے درمیان گھرا ہوا تھا۔ ہم نے اوپر کی طرف دیکھا۔ تو اولتی بھی سلگ رہی تھی۔ کیونکہ چھت دیوار پر سے باہر کو نکلی ہوئی تھی۔ اور اس کے سہارے کے لئے لکڑی کے بڑے بڑے شہتیر لگائے گئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی گرم تلخ اور گلا گھونٹنے والے دھوئیں کے بڑے بڑے غبارے قصر کے تمام کمروں کو تاریک

بنا رہے تھے اور دائیں بائیں کسی آدم زاد کا نشان تک نظر نہ آتا تھا +

نارتھ مور نے کہا "آہ! خدا کا شکر ہے۔ خاتمہ قریب آن پہنچا!"

ہم پھر "چچا کے کمرے" میں گئے۔ مسٹر ہڈلسٹن بوٹ پہن رہے تھے۔ گو اُن پر اب تک شدید لرزہ طاری تھا۔ لیکن ان کی حرکات میں عزم کی کچھ ایسی پختگی نمایاں ہو رہی تھی۔ جو اس سے پیشتر کبھی نہ دیکھی گئی تھی + کلیرا اُن کے پاس ہی اپنا فرغل اُٹھائے اسے اپنے کندھوں پر ڈالنے کے لئے بالکل تیار کھڑی تھی۔ اور اس کی آنکھوں سے کچھ ایسا مترشح ہوتا تھا۔ کہ وہ اپنے باپ کی حرکات کو نیم اُمید اور نیم شُبہ کے احساس سے دیکھ رہی ہے +

نارتھ مور نے کہا "دیکھو۔ لڑکو اور لڑکیو۔ کیا خیال ہے؟ باہر نکل کر حملہ نہ کر دیا جائے؟ تنور گرم ہو رہا ہے۔ اس میں رہ کر پک جانا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ میں خود تو یہ چاہتا ہوں۔ کہ مرنے سے پہلے دشمنوں سے دو دو ہاتھ کر لوں" +

میں نے جواب دیا "اب اس کے سوا چارہ کار ہی کیا ہے؟"

کلیرا اور ہڈلسٹن نے بھی یہی کہا۔ کہ "سچ ہے کوئی چارہ نہیں۔"

لیکن ان کا لہجہ بہت ہی مختلف تھا۔

جب ہم زینے سے اُتر رہے تھے۔ تو گرمی نہایت سخت تھی اور ہمارے کانوں کو آگ کا شور نہایت بلند سنائی دیتا تھا۔ ہم ابھی غلام گردش تک نہ پہنچے تھے۔ کہ زینے کی کھڑکی دھڑام سے آن گری۔ شگاف میں سے لپکتے ہوئے شعلے اندرداخل ہونے لگے۔ اور قصر کا تمام اندرونی حصہ اسی خوفناک اور متموج روشنی سے معمور ہو گیا۔ اسی لمحے میں ہم نے اوپر کی منزل میں کسی بھاری اور سخت چیز کے گرنے کی آواز بھی سُنی۔ سارا قصر دیاسلائی کی ڈبیا کی طرح دھڑ دھڑ جل رہا تھا۔ شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ آس پاس کی زمین اور سمندر کی وسعت روشن نظر آتی تھی۔ اور ہر لحہ یہ خطرہ بڑھ رہا تھا۔ کہ اس کی دیواریں ابھی گر کر پیوندِ خاک ہو جانے والی ہیں۔

نارتھمور اور میں نے اپنے ریوالوروں کے گھوڑے چڑھا لئے۔ مسٹر ہڈلسٹن نے جو ابھی آتشیں اسلحہ کے رکھنے سے انکار کر چکے تھے۔ تحکم کے انداز میں ہمیں حکم دیا۔ کہ "تم میرے پیچھے پیچھے رہو۔" اس نے کہا۔ "کلیرا دروازہ کھولے گی۔ تاکہ اگر وہ لوگ باڑ ماریں۔ تو لڑکی کی جان بچ جائے۔ تم اس دوران میں میرے پیچھے

کھڑے رہو۔ کیونکہ صدقے کا بکرا میں ہوں۔ یہ میرے ہی گناہ ہیں۔ جو میرے آگے آرہے ہیں ÷

میں ہڈلسٹن کے شانے سے شانہ ملائے اپنا تپنچہ تیار لیئے بے دم کھڑا تھا۔ ہڈلسٹن جلدی جلدی مگر آہستہ اور لرزتی ہوئی آوازمیں دعائیں پڑھ رہا تھا۔ گو میرا یہ خیال بظاہر نفرت انگیز ہی معلوم ہو۔ لیکن سچ یہ ہے۔ کہ مجھے وہ شخص بہت ذلیل معلوم ہوا۔ جو ایسے نازک اور اضطراب انگیز موقعے پر پہنچ کر عجز و الحاح ظاہر کر رہا تھا÷ اس دوران میں کلیرا کے چہرے پر تو مردنی چھا رہی تھی۔ لیکن اس کے حواس بالکل بجا تھے۔ اس نے سامنے کے دروازے کا پشتہ ہٹا دیا۔ اور اس کے بعد کواڑوں کو کھینچ کر دروازہ چوپٹ کھول دیا÷ آگ کی روشنی اور مہتاب کی چاندنی سے ترائی میں ایک ملی جلی اور ہر لحظہ متغیر ضیا پھیل رہی تھی۔ اور دُور سے آسمان کے ساتھ ساتھ ایک روشن دھوئیں کا طویل سلسلہ نظر آرہا تھا÷

مسٹر ہڈلسٹن نے اس وقت غیر معمولی قوت سے میرے اور نارتھمور کے سینے پر اپنے ہاتھ کی پُشت سے تھپڑ مارے۔ اور جب اس طرح ہم ایک لمحے کے لئے بے کار سے ہوگئے۔ تو وہ

غوطہ خوروں کی طرح اپنے دونوں بازو سر سے اوپر اُٹھا کر ایک دم قصر سے باہر کی طرف جھپٹا۔ اور چلّا کر بولا:۔

"لو۔ میں آگیا۔ میں ہڈلسٹن ہوں۔ مجھے مار ڈالو۔ اور دوسروں کو چھوڑ دو"

میں سمجھتا ہوں۔ کہ ہڈلسٹن کے دفعتاً ظاہر ہو جانے سے ہمارے چھپے ہوئے دُشمن کسی قدر ہراساں ہو گئے تھے۔ کیونکہ کچھ دیر تک بالکل سکون رہا۔ اور اس دوران میں میں نے اور نارتھمور نے کلیرا کے دونوں بازو تھام کر اسے اپنے درمیان رکھ لیا۔ اور ایک دم ہڈلسٹن کی مدد کو آگے بڑھے+ لیکن ابھی ہم نے دیلیز سے باہر قدم نہ رکھا تھا۔ کہ ترائی کی بہت سی خندقوں میں ایک دم چمک پیدا ہوئی اور ہر طرف سے تقریباً ایک درجن بندوقوں کی آوازیں سُنائی دیں+ ہڈلسٹن کے قدم لڑکھڑا گئے۔ اس نے ایک خوفناک اور لرزہ خیز چیخ ماری۔ اپنی باہیں آسمان کی طرف اُٹھائیں۔ اور پشت کے بل سبزے پر گر پڑا+

پوشیدہ دُشمنوں نے چلّا کر کہا "غدّار! غدّار!!"

آگ اس قدر وتند ہو رہی تھی۔ کہ عین اس وقت قصر کی

چھت کا ایک حصہ دھڑام سے گر پڑا۔ ایک بلند غیر واضح اور ہولناک شور سنائی دیا۔ اور شعلوں کا ایک پہاڑ اُٹھ کر آسمان کی خبر لانے لگا۔ یہ آگ اس وقت گریڈن ولسیٹر کے ساحل سے سمندر کی طرف کوئی بیس میل تک نظر آتی ہوگی۔ اور اندرونی علاقے میں کالڈر کی پہاڑی کی مشرقی چوٹی گریسٹیل تک برابر دکھائی دیتی ہوگی۔ یہ تو خدا ہی جانے۔ کہ ہڈلسٹن کی تجہیز و تکفین کا سامان کیونکر ہوا۔ لیکن مرتے وقت اس کی چتا تو شاندار تھی ×



نارتھ مور کی دھمکی کا نتیجہ

یہ بتانا تو میرے لئے سخت مشکل ہے۔ کہ اس دردناک حادثے کے بعد کیا ہوا۔ میں تو جب کبھی ان گزرے ہوئے واقعات پر غور کرتا ہوں۔ تو مجھے یہ ویسے ہی ہمت آزما اور غیر مؤثر معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے کوئی کابوس زدہ انسان سوتے میں اضطرارًا جد و جہد کرے۔ مجھے یاد ہے۔ سب سے پہلے کلیرا کے لبوں سے ایک ناتمام آہ نکلی۔ اور اگر میں اور نارتھ مور بڑھ کر اس کے بے ہوش جسم کو تھام نہ لیتے۔ تو وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑتی۔ ہم پر کسی نے حملہ نہ کیا تھا۔ ہمیں کسی حملہ آور کی صورت تک بھی نظر نہ آئی تھی۔ ہم نے مسٹر ہڈلسٹن کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

اور اُس کی نعش کو چھوڑ کر چل دئے۔ مجھے تو صرف اتنا یاد ہے۔ کہ میں کسی دہشت زدہ انسان کی طرح اندھا دُھند بھاگا چلا جا رہا تھا۔ کبھی کلیرا کو صرف اپنی گود میں اُٹھا لیتا تھا۔ کبھی میں اور نارتھ مور مل کر اسے اُٹھا لیتے تھے۔ اور کبھی اس پیارے بوجھ پر قبضہ کرنے کے لئے آپس میں دھکا پیل کرنے لگتے تھے۔ ہم نے وہاں سے نکل کر ہیملاک کے غار کا رُخ کیوں کیا۔ اور کیوں کر وہاں پہنچے۔ جہاں میں نے ڈیرہ لگا رکھا تھا۔ یہ ایسے امور ہیں۔ جو میری یاد سے ہمیشہ کے لئے محو ہو چکے ہیں۔ ڈیرے پر پہنچ جانے کا یقین مجھے پہلے پہل اُس وقت آیا۔ جب کلیرا میرے چھوٹے سے خیمے کے بیرونی حصے سے ٹکرا کر گر پڑی۔ اور میں اور نارتھ مور بھی ٹھوکر کھا کر زمین پر لڑھکنے لگے۔ نارتھ مور نے اپنے ریوالور کا کندہ دو دفعہ زور سے میرے سر پر مارا۔ میری کھوپری سے خون کے تُرّاٹے بہنے لگے۔ اور غالباً یہی وجہ تھی۔ کہ دفعتاً میرے حواس درست ہو گئے۔ اور دماغ میں روشنی آ گئی۔

میں نے نارتھ مور کو کلائی سے پکڑ لیا۔ اور کہا:-

"نارتھ مور۔ مجھے تم بعد میں بھی قتل کر سکتے ہو۔ آؤ پہلے کلیرا کی خبر لیں"

نارتھمور اس وقت ہوا کے گھوڑے پر سوار تھا۔ میری زبان سے کلیرا کا نام نکلا ہی تھا۔ کہ وہ اُٹھا۔ اور خیمے کی طرف بھاگا۔ دوسرے لمحے میں اس نے کلیرا کو اپنے سینے سے لگا کر اس کے بے ہوش چہرے اور ہاتھوں پر گرم گرم بوسوں کا تار باندھ دیا +

میں نے چلّا کر کہا "لعنت! نارتھمور۔ تجھ پر لعنت!"

گو مجھے اس وقت بھی چکر آ رہے تھے۔ لیکن نے نارتھمور کے سر اور کندھوں پر زور زور کی ضربیں لگائیں + اس نے کلیرا کو چھوڑ دیا۔ اور دُھندلی چاندنی میں میرے سامنے آ کھڑا ہوا +

اس نے کہا۔ "میں نے تم پر قابو پانے کے بعد تمہیں چھوڑ دیا۔ اور اب تم مجھ پر وار کر رہے ہو؟ بزدل۔ نامرد!"

میں نے جواب دیا۔ "نامرد تو تم ہو۔ جب کلیرا اپنے ہوش و حواس میں تھی۔ تو کیا اس وقت اُس نے تمہارے بوسوں کو روا رکھا تھا؟ ہرگز نہیں۔ اور اب ممکن ہے۔ وہ مر ہی رہی ہو۔ لیکن تم اس قیمتی وقت کو ضائع کر رہے ہو۔ اور اس کی بےبسی سے ناجائز فائدہ اُٹھا رہے ہو + لو۔ اب دُور ہٹ کے کھڑے ہو جاؤ۔ اور مجھے اس کی مدد کرنے دو"+

وہ تھوڑی دیر تک تو میرے سامنے کھڑا رہا۔ اس کے چہرے پر

زردی اور تھدید نمایاں تھی۔ اس کے بعد وہ ایک طرف ہٹ گیا۔ اور کہنے لگا۔ "لو۔ اب جاؤ۔ کرلو اس کی مدد"۔

میں نے کلیرا کے پاس گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر حتی الوسع اس کی صدری اور دوسرے کپڑوں کے بند ڈھیلے کر دئے۔ میں ابھی اس کام میں مصروف ہی تھا۔ کہ نارتھ مور نے میرا شانہ پکڑ کر کہا:—

"کیسلس۔ اس کے جسم کو ہاتھ مت لگاؤ۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو۔ کہ میری رگوں میں خون نہیں ہے؟"

میں نے چلا کر کہا۔ "نارتھ مور تم خود بھی اس کی مدد نہیں کرتے۔ اور مجھے بھی کچھ نہیں کرنے دیتے۔ اگر تمہارا یہی وتیرہ رہا۔ تو میرے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہے گا۔ کہ پہلے تمہیں جان سے مار ڈالوں"۔

نارتھ مور نے کہا۔ "یہ ہزار درجے بہتر ہو گا۔ کلیرا کو بھی مرجانے دو۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اب اس لڑکی کے پاس سے ہٹ جاؤ۔ اور آؤ۔ مجھ سے ذرا دو دو ہاتھ کرلو"۔

میں نے ذرا سا اُٹھ کر کہا۔ "نارتھ مور۔ تمہیں معلوم ہے۔ کہ میں نے اب تک کلیرا کا بوسہ نہیں لیا"۔

اس نے چلّا کر کہا "ذرا لے کے دکھاؤ تو سہی"

معلوم نہیں ۔ اس وقت مجھ پر کونسا جذبہ غالب آ گیا۔ اگرچہ میری بیوی بھی ہمیشہ مجھ سے یہی کہتی رہی ۔ اور میں بھی خوب جانتا تھا۔ کہ وہ زندہ ہو یا مُردہ میرے بوسوں کی پذیرائی کے لئے ہر وقت تیار ہے ۔ لیکن میں اس کے لئے زندگی بھر نادم و منفعل رہا + میں پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا ۔ میں نے کلیرا کی پیشانی پر سے اس کے بال ہٹائے ۔ اور انتہائی محبّانہ احترام سے ایک لمحے کے لئے اپنے ہونٹ اس کی سرد پیشانی پر رکھ دئے + یہ ایک بوسہ تھا ۔ جو کوئی باپ اپنی بیٹی کی پیشانی پر دے سکتا ہے ۔ ایک ایسے مرد کے لئے جو عنقریب مرنے والا ہو۔ ایک مُردہ عورت کو اس طرح چوم لینا ہرگز نازیبا معلوم نہ ہوتا تھا +

میں نے کہا "لیجئے ۔ مسٹر نارتھ مور ۔ اب میں آپ کی خدمت کے لئے موجود ہوں"

مجھے یہ دیکھ کر بے انتہا تعجب ہوا ۔ کہ نارتھ مور نے خلاف توقع میری طرف سے پیٹھ پھیر لی +

میں نے کہا "سُنتے ہو؟ میں کیا کہہ رہا ہوں"

اس نے جواب دیا "ہاں سُنتا ہوں ۔ اگر تم لڑنا چاہتے ہو۔

تو میں تیار ہوں - ورنہ جاؤ - کلیرا کی جان بچاؤ - میرے لئے معاملہ دونوں طرح یکساں ہے۔

میں نے نارتھ مور کے دوبارہ کہنے کا انتظار نہ کیا۔ بلکہ فوراً کلیرا کی طرف متوجہ ہو کر اسے ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگا۔ وہ اب تک زرد رُو اور بے جان پڑی تھی۔ مجھے دفعتاً یہ اندیشہ لاحق ہو گیا۔ کہ شاید اس کی محبوب رُوح اس جہانِ فانی سے دوسری دُنیا میں پہنچ چکی ہو۔ اس خیال نے میرے دل پر انتہائی دہشت اور ویرانی کا احساس طاری کر دیا۔ میں نے اسے پیار کے نازک لہجے میں نام لے لے کر پکارنا شروع کیا۔ اس کی ہتھیلیاں سہلائیں۔ کبھی اس کے سر کو نیچے رکھ دیتا۔ کبھی اس کو اٹھا کر اپنے زانو پر رکھ لیتا۔ لیکن یہ تمام حرکتیں بالکل بے سود تھیں۔ اس کے پپوٹے اب تک بھاری تھے۔ اور آنکھیں بدستور بند تھیں۔

میں نے کہا "نارتھ مور۔ وہ میری ٹوپی پڑی ہے۔ خدا کے لئے اس چشمے سے تھوڑا سا پانی لے آؤ"۔

تقریباً ایک لمحے میں نارتھ مور پانی لے آیا۔ اور کہنے لگا۔ "میں اپنی ٹوپی میں لے آیا ہوں۔ آخر مجھے بھی کچھ حق حاصل ہے۔ اس لئے تمہیں شکایت نہیں ہونی چاہئے"۔

میں نے کلیرا کے سر و سینے پر پانی ڈالتے ہوئے کہا۔ "نارتھ مور!" ابھی میں نے کچھ بھی نہ کہا تھا۔ کہ اس نے نہایت وحشیانہ قطع کلام کر کے کہا:۔

"خبردار چپ رہو۔ تمہارے لئے سب سے اچھی بات یہی ہے۔ کہ اپنی زبان بند رکھو"

مجھے بولنے کی کچھ ایسی خواہش بھی نہ تھی۔ میرا دماغ تو اپنی محبوبہ کی خطرناک حالت کے باعث فکر و تردد میں مبتلا تھا۔ چنانچہ میں خاموش رہا۔ اس کو ہوش میں لانے کی انتہائی کوشش کرتا رہا جب ٹوپی خالی ہوگئی۔ تو میں نے اسے نارتھ مور کی طرف بڑھا کر صرف ایک لفظ کہا۔ "اور!"

نارتھ مور کو چشمے پر کئی پھیرے کرنے پڑے۔ لیکن تھوڑی دیر بعد کلیرا نے آنکھیں کھول دیں۔

نارتھ مور نے کہا۔ "مسٹر کیسلیس۔ اب تو کلیرا کی حالت بہتر ہے۔ اب میں اجازت چاہتا ہوں۔ اچھا۔ خدا حافظ"

یہ کہہ کر وہ جنگل میں غائب ہوگیا۔ میں نے آگ جلائی۔ اب مجھے اطالویوں کا خوف نہ تھا۔ کیونکہ انہوں نے میرے ڈیرے میں کسی چیز کو بھی ہاتھ نہ لگایا تھا۔ چونکہ کلیرا اس رات کے مہیب

ہیجان اور وحشت ناک حادثے کے باعث بالکل چور ہو رہی تھی۔ اس لیئے میں نے ترغیب۔ ہمت افزائی۔ حرارت۔ اور اسی قسم کی دیگر سادہ اور ممکن تدابیر سے اس کے دل و دماغ میں اطمینان اور جسم میں قوت پیدا کرنے کی انتہائی کوشش کی ٭

صبح ہو چکی تھی۔ کہ مجھے جنگل سے ایک خاص آواز سنائی دی۔ میں چونک اُٹھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی نارتھ مور کی آواز میرے کانوں میں پہنچی۔ جو نہایت سکون کے لہجے میں کہہ رہا تھا "کیسیس۔ یہاں آؤ۔ لیکن اکیلے آنا۔ میں تمہیں ایک چیز دکھانا چاہتا ہوں" ٭

میں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کلیرا سے مشورہ کیا۔ اس کی خاموشی کو اجازت کا مترادف سمجھا۔ اور اسے تنہا چھوڑ کر کھوہ سے باہر نکل آیا ٭ کچھ فاصلے پر نارتھ مور ایک درخت سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ جوں ہی اس نے مجھے دیکھا۔ وہ آہستہ آہستہ سمندر کی طرف چل دیا۔ لیکن ابھی جنگل کی بیرونی حدود ہی تک پہنچا تھا۔ کہ میں نے اسے جا لیا ٭

اس نے توقف کر کے کہا "دیکھو!"

میں دو قدم آگے بڑھا۔ اور درختوں کے جھنڈ سے باہر نکل آیا ٭ صبح کی سرد اور صاف روشنی اس منظر پر پڑ رہی تھی۔ تھر ایک

سیاہ و تاریک کھنڈر تھا۔ چھت اندر کی طرف گر پڑی تھی۔ ایک کونا منہدم ہو کر باہر کی جانب گرا ہوا تھا۔ اور دور و نزدیک ترائی پر جابجا جلی ہوئی جھاڑیوں کے داغ نظر آ رہے تھے۔ سیاہ دھواں صبح کی ساکن ہوا میں اب تک سیدھا آسمان کی طرف جا رہا تھا۔ اور دہکتے ہوئے انگاروں کا ایک بہت بڑا ڈھیر مکان کی دیواروں کے اندر اس طرح پڑا تھا۔ جیسے کسی کھلے آتش دان میں کوئلے ڈالے گئے ہوں + ٹاپو کے پاس ایک چھوٹا سا بجرا کھڑا تھا۔ اور ایک بڑی کشتی جس پر ملاحوں کی کافی تعداد متعین تھی۔ زور شور سے ساحل کی طرف آ رہی تھی +

میں نے کہا "ریڈ ارل! آہ! ریڈ ارل بارہ گھنٹے کی دیر کر کے آئی ہے" +

نارتھ مور نے پوچھا "فرینک۔ اپنی جیب ٹٹولو۔ کیا تم مسلح ہو؟" میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ لیکن یہ دیکھ کر میرے ہوش اُڑ گئے۔ کہ میرا ریوالور نکال لیا گیا تھا +

نارتھ مور نے کہا "تمہیں معلوم ہونا چاہئے۔ کہ اب تم میرے قبضے میں ہو۔ میں نے تمہیں اُس وقت غیر مسلح کر دیا تھا جب تم رات کلیرا کی تیمارداری میں مصروف تھے۔ لیکن آج ——

یہ لو اپنا پستول ! (ہاتھ اُٹھا کر) نہیں ۔ نہیں ۔ شکریہ کی کوئی ضرورت نہیں ۔ میں شکریہ کے لفظ سے نفرت کرتا ہوں ۔ تم شکریہ ادا کر کے مجھے دِق نہ کرو "

یہ کہہ کر وہ ترائی پر سے گزرتا ہوا کشتی کی طرف چل دیا ۔ میں نے بھی اس کے پیچھے پیچھے ایک دو قدم اُٹھائے ۔ اس کے بعد میں نے قصر کے سامنے یہ دیکھنے کے لیئے کچھ دیر توقف کیا ۔ کہ ہڈلسٹن کہاں گرا تھا ۔ لیکن اس کا کہیں پتہ بھی نہ تھا ۔ بلکہ خون کا نشان تک نظر نہ آتا تھا ۔

نارتھ مور نے کہا " گریڈن فلو "

جب ہم دونوں سمندر کے کنارے پر پہنچ گئے ۔ تو نارتھ مور نے کہا ۔ " بس ۔ اب آگے جانے کی ضرورت نہیں ۔ اگر تم چاہو ۔ تو کلیرا کو گریڈن کی حویلی میں لے جا سکتے ہو "

میں نے جواب دیا ۔ " نہیں ۔ آپ کی مہربانی ہے ۔ میں اسے گریڈن ویسٹر کے پادری کے مکان پر لے جانا چاہتا ہوں "

اس موقعے پر کشتی کا موہرا کنارے سے ٹکرایا ۔ اور ایک ملّاح ہاتھ میں رسّا لیئے ہوئے زمین پر کود پڑا ۔

نارتھ مور نے چلّا کر کہا " لڑکو ذرا ٹھیرو " اس کے بعد

آہستہ سے میرے کان میں کہا۔ "تم میری ان تمام حرکتوں کا ذکر کلیرا سے نہ کرنا"۔

میں نے کہا "یہ غلط ہے۔ میں جو کچھ جانتا ہوں۔ وہ اُسے ضرور بتاؤں گا"۔

اس نے ایک خاص وقار کے انداز سے کہا۔ "تم نہیں سمجھتے یہ کلیرا کے لئے کوئی عجیب بات نہ ہوگی۔ اسے مجھ سے یہی توقع تھی۔ (سر ہلا کر)۔ خدا حافظ"۔

میں نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

اس نے کہا۔ "مجھے معاف رکھو۔ گو یہ چھوٹی سی بات ہے۔ لیکن میں معاملے کو اتنا طول دینا نہیں چاہتا۔ میں جذبات کا بندہ نہیں ہوں۔ کہ آوارگی کے عالم میں ضعیف و سن رسیدہ ہوکر بھی تمہارے گھر کی دہلیز کو چومتا رہوں۔ بلکہ اس کے برعکس خدا سے یہ چاہتا ہوں۔ کہ وہ مجھے تم دونوں کی صورتیں دیکھنا بھی نصیب نہ کرے"۔

میں نے دلی تپاک سے کہا۔ "خیر۔ نارتھ مور۔ خدا کی رحمت تمہارے ساتھ ہو"۔

اس نے جواب دیا۔ "جی ہاں"۔

یہ کہہ کر وہ کنارے کی طرف متوجہ ہوا۔ ملّاح نے اسے بازو کا سہارا دے کر بجرے میں سوار کرایا۔ اور پھر بجرے کو کنارے سے ہٹا کر خود بھی اس میں کود گیا + نارتھ مور نے خود پتوار ہاتھ میں لی۔ سب چپّو کھونٹیوں میں کھٹا کھٹ بجنے لگے۔ اور بجرا صبح کی ہوا کو چیرتا ہوا روانہ ہوا +

بجرے نے ابھی "ریڈ ارل" تک پہنچنے کا نصف رستہ بھی طے نہ کیا تھا۔ اور میں ابھی کنارے پر کھڑا اس کی روانی ہی کو دیکھ رہا تھا۔ کہ سورج سمندر کی سطح سے بلند ہو کر اپنی سنہری شعاعیں چاروں طرف برسانے لگا!

ایک بات اور سُن لو۔ اس کے بعد میری داستان ختم ہو جائے گی۔ چند سال بعد کا ذکر ہے۔ کہ نارتھ مور "نائیرل" کی آزادی کے لئے "گیریبالڈی" کے جھنڈے تلے لڑتا ہوا مارا گیا!

سارڈمی میلنزائے کی ڈیوڑھی

اگرچہ ڈینس دی بویو کی عمر ابھی بائیس سال بھی نہ ہوئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو پکی عمر کا آدمی اور اس کے ساتھ ہی فن سپہ گری کا بھی ماہر سمجھتا تھا۔ اُس کشت وخون اور جنگ جوئی کے زمانے میں نوجوان وقت معینہ سے پہلے ہی بہت بڑی چیز بن جایا کرتے تھے۔ اور سچ یہ ہے۔ کہ جو شخص ایک گھمسان کے رن میں اور دس بارہ دھاووں میں شامل رہ چکا ہو۔ اپنے کسی غنیم کو شریفانہ وشجاعانہ انداز سے قتل کرچکا ہو۔ اور سپہ گری اور مردانگی کے فنون سے بھی کسی حد تک بہرہ ور ہو۔ اُس کے انداز رفتار میں اگر کسی قدر اکڑ فوں بھی ہو۔ تو قابلِ معافی قرار دی جانی چاہئے۔ جب ڈینس اپنے گھوڑے کو مناسب احتیاط سے اصطبل میں باندھ چکا۔ اور اس کے بعد نہایت

تکلّف سے کھانا بھی کھا چکا۔ تو ایک احساس لطف و مسرّت کے ساتھ شام کی تاریکی میں کسی دوست سے ملاقات کرنے کے لئے نکل کھڑا ہوا ۔ اس کا یہ طرزِ عمل عقل و خرد سے بعید تھا۔ اور اس کے لئے بہتر یہی تھا۔ کہ تھوڑی دیر آتش دان کے پاس بیٹھنے کے بعد آرام سے سو رہتا۔ کیونکہ قصبہ اس وقت برگنڈی اور انگلستان کی سپاہ سے جو متحدہ کمان کی ماتحت تھی۔ بٹا پڑا تھا۔ اور اگرچہ ڈنیس وہاں پروانۂ راہداری لے کر آیا تھا۔ لیکن اگر کہیں اتفاقاً مقابلہ پیش آ جاتا۔ تو وہ پروانہ اس کے لئے کچھ ایسا مفید ثابت نہ ہوتا ۔

یہ ۱۴۲۹ء کا ذکر ہے۔ ستمبر کا مہینہ تھا۔ موسم روز بروز خراب ہوتا چلا جا رہا تھا۔ تیز و تند آندھی سیٹیاں بجاتی ہوئی چل رہی تھی۔ بارش کی بوچھاڑ قصبے پر تیر باراں کی طرح پڑ رہی تھی۔ اور بے شمار زرد و خشک پتے بازاروں میں اُڑ رہے تھے۔ کہیں کہیں کھڑکیوں میں سے روشنی بھی نمودار ہونے لگی تھی۔ جن کے اندر فوج کے سپاہی کھانے پر بیٹھے ہوئے رنگ رلیاں منا رہے تھے۔ ان کے مسرّت آمیز نعروں اور قہقہوں کا شور رہ رہ کر بلند ہوتا تھا۔ اور آندھی کے طوفان میں غائب ہوا جاتا تھا۔ رات کا اندھیرا بہت جلد چھا گیا۔ انگلستان کا جھنڈا جو ایک مینار کے کلس پر لہرا رہا تھا

اُڑتے ہوئے بادلوں کے درمیان دمبدم دُھندلا دکھائی دینے لگا۔ اور آسمان کے پُرشور اور تاریک خلا میں ایک سیاہ دھبا سا نظر آنے لگا۔ گویا کوئی ابابیل پھڑپھڑا رہی ہے۔ جب رات کی تاریکی محیط ہوگئی۔ تو آندھی کا زور شور پہلے سے بھی بڑھ گیا۔ اور وہ عمارتوں کی محرابوں اور وادی کے درختوں کی چوٹیوں میں شور و فغاں کی قیامت برپا کرنے لگی ◆

ڈینس ڈی بولیو تیز چلتا ہوا اپنے دوست کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اور دستک دینے کے بعد اندر داخل ہوگیا۔ گو اس نے دل میں ارادہ کر رکھا تھا۔ کہ تھوڑی دیر ٹھہر کر جلد واپس آجاؤں گا۔ لیکن وہاں اس کا خیر مقدم کچھ ایسا خوشگوار ہوا۔ اور محفل کی دلفریبیاں اس قدر مسحور کن ثابت ہوئیں۔ کہ جب اس نے مراجعت کا ارادہ کر کے دوستوں کو خدا حافظ کہا۔ تو رات آدھی سے بھی بہت زیادہ گزر چکی تھی ◆ آندھی اس دوران میں کسی قدر تھم گئی تھی۔ رات قبر کی طرح تاریک ہو رہی تھی۔ اور بادلوں کے شامیانے میں سے ایک ستارہ یا چاندنی کی ہلکی سی چمک بھی دکھائی نہ دیتی تھی۔ ڈینس "شاتو لینڈن" کی پیچیدہ گلیوں سے واقف نہ تھا۔ دن کے وقت بھی اسے رستہ تلاش کرنے میں دقت ہی پیش آئی تھی۔ اور

اس گہری تاریکی میں تو وہ بالکل ہی رستہ بھول گیا۔ اس کے نزدیک
ایک یہی چیز یقینی تھی۔ کہ پہاڑی پر چڑھتے چلے جانا چاہیئے۔ کیونکہ
اس کے دوست کا گھر شاتو لینڈن کے آخری نچلے سرے پر تھا۔
اور سرائے بالکل اوپر کی طرف کلیسا کے بلند مینار کے نیچے واقع
تھی۔ وہ اسی خیال کو دلیلِ راہ بنائے ہوئے چلا جا رہا تھا۔ کہیں
ٹھوکر کھاتا تھا۔ کہیں رستہ ٹٹولتا ہوا جاتا تھا۔ کبھی کھلی جگہوں میں پہنچ کر
آزادی سے سانس لیتا۔ اور کبھی کوئی تنگ مقام آ جاتا۔ تو دیوار
کے ساتھ ساتھ چلنے لگتا۔ ناواقفیت کی حالت میں گہری تاریکی کے
درمیان اس طرح ٹامک ٹوئیے مارتے پھرنا بہت ہی لرزہ خیز اور
اسرار انگیز شغل ہے۔ خاموشی اپنے امکانات کے اعتبار سے
بہت دہشت ناک ہو جاتی ہے۔ ایک متجسس ہاتھ جب کسی کھڑکی کی
ٹھنڈی سلاخوں پر جا پڑتا ہے۔ تو آدمی اس طرح چونک اٹھتا ہے
جیسے کوئی مینڈک ہاتھ کے نیچے آ گیا ہو۔ فرش کی ناہمواری سے
رہ رہ کر کلیجا منہ کو آتا ہے۔ جہاں تاریکی کا کوئی عمیق تر ٹکڑا آتا
ہے۔ اس پر کمیں گاہ، یا سڑک کے درمیان کسی گہرے گڑھے کا
شبہ ہوتا ہے۔ جہاں فضا میں کسی قدر ضیا دکھائی دیتی ہے۔ وہاں
کے درخت کچھ ایسی عجیب اور مبہوت کن صورت اختیار کر لیتے ہیں

گویا اس شخص کو صحیح رستے سے دُور لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ڈینس کے لئے جو چھُپ چھُپا کر سرائے تک پُہنچ جانا چاہتا تھا۔ اندھیرے میں چلنے کی بے آرامی کے علاوہ خطرات بھی لاحق تھے۔ چنانچہ وہ دلیری اور چوکسی کے ساتھ چلا جا رہا تھا۔ اور ہر کونے پر توقف کر کے اِدھر اُدھر متجسس نگاہیں بھی ڈال لیتا تھا۔

وہ کچھ دیر سے ایک ایسی تنگ گلی میں سے گزر رہا تھا۔ کہ دونوں ہاتھوں سے اس کی دیواروں کو مس کر سکتا تھا۔ اتنے میں اس گلی کا فراخ حصّہ آگیا۔ اور راستہ بھی ڈھلوان ہونے لگا۔ یہ تو ظاہر تھا۔ کہ ڈینس اس وقت بھی اپنی سرائے سے کچھ زیادہ قریب نہ تھا لیکن مزید روشنی تک پہنچ جانے کی اُمّید سے وہ دیکھتا بھالتا ہوا آگے بڑھا۔ اس گلی کے آخری سرے پر ایک برآمدہ واقع تھا۔ جس کی دیوار کنگورے دار تھی۔ اور اونچے اونچے مکانوں کے درمیان وہ برآمدہ ایک ایسے روشن دان کا کام دیتا تھا۔ جس میں سے صدہا فٹ نیچے تاریک اور سنسان وادی میں نظر پڑتی تھی۔ ڈینس نے نیچے کی طرف جو نگاہ ڈالی۔ تو اسے چند درختوں کی پھُننگیں لہراتی ہوئی نظر آئیں۔ اور اس وادی کے سیاہ پردے پر صرف ایک درخشاں خط سا دکھائی دیا۔ یہ دریا تھا۔ جو ایک بند کے اوپر سے

ہو کر بہہ رہا تھا۔ مطلع و مبدم صاف ہو رہا تھا۔ آسمان کسی قدر روشن نظر آنے لگا تھا۔ اور بھاری بادلوں کا کنارہ اور پہاڑیوں کا تاریک حاشیہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ اس دُھندلی سی روشنی میں اسے معلوم ہوا۔ کہ اس کے بائیں ہاتھ پر جو عمارت کھڑی ہے وہ ضرور کوئی خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اس پر بہت سے کنگورے اور بہت سی بُرجیاں بنی ہوئی تھیں۔ اور مکانوں کی اس قطار کے درمیان ایک گرجے کی پچھلی دیوار کا مدّور سا نقشہ نظر آرہا تھا۔ جس کے ساتھ ساتھ بہت سے پُشتے دیوار کو سہارا دئے ہوئے تھے۔ مکان کا دروازہ ایک تاریک ڈیوڑھی میں پوشیدہ تھا۔ جس پر کچھ مورتیں سی بنی ہوئی تھیں۔ اور اوپر دو لمبے سے پرنالے آگے کی طرف بڑھے ہوئے تھے۔ اس چھوٹے گرجے کی کھڑکیاں اپنے پیچیدہ گل بوٹوں میں سے اس طرح چمک رہی تھیں۔ گویا بہت سی شمعیں روشن ہیں۔ اس روشنی کی وجہ سے دیوار کے پشتے اور چھت کا گنبد آسمان کے سامنے اَور بھی زیادہ تاریک نظر آرہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ پڑوس ہی کے کسی بڑے خاندان کا ہوٹل ہے۔ اس کو دیکھ کر ڈینس کو اپنا ذاتی مکان یاد آگیا۔ جو بورجے میں واقع تھا۔ وہ تھوڑی دیر کے لئے وہاں ٹھہر گیا۔ کچھ مدت تک اس مکان پر اپنی نگاہیں جمائے رکھیں۔

اور دل ہی دل میں معماروں کی صناعی اور دونوں خاندانوں کی حالت وحیثیت پر غور کرتا رہا +

برآمدے کی طرف جانے کے لئے کوئی اور راستہ نہ نکلتا تھا۔ صرف وہی گلی تھی۔ جس میں سے گزر کر ڈنیس اس تک پہنچا تھا۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ کہ وہ پچھلے پاؤں واپس چلا آتا۔ لیکن اس وقت اسے اس امر کا احساس ہو چلا تھا۔ کہ وہ کس مقام پر پہنچ گیا ہے۔ اب اسے اُمید تھی۔ کہ یہاں سے بڑی سڑک پر پہنچ کر بہت جلد سرائے میں جا پہنچے گا + اس وقت اسے اُن حادثات کی کچھ خبر نہ تھی۔ جو عنقریب پیش آنے کو تھے۔ اور جن کی وجہ سے یہ رات اس کی زندگی میں بے نظیر اور قابلِ یادگار ہو جانے والی تھی + وہ ابھی لوٹ کر سو گز کا فاصلہ بھی طے نہ کرنے پایا تھا۔ کہ اسے ایک روشنی دکھائی دی۔ جو اسی کی طرف آ رہی تھی۔ اور کچھ آدمیوں کی بلند آوازیں بھی سُنائی دیں۔ جو گلی میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے چلے آ رہے تھے + یہ فوجی سپاہیوں کی ایک ٹولی تھی۔ جو مشعلیں اُٹھائے ہوئے رات کو پہرہ دے رہی تھی + ڈنیس کو یقین ہو گیا۔ کہ یہ سب کے سب شراب پی کر مدہوش ہو رہے ہیں۔ اور راہداری کے پروانوں یا شریفانہ جنگ کے ضوابط کو ملحوظ

رکھنے والے نہیں ہیں۔ اس امر کا احتمال تھا بھی اور نہ بھی تھا۔ کہ وہ اسے کُتے کی طرح کاٹ کر پھینک دینگے۔ اور اس کی نعش کو یہیں چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ صورت حالات ہیجان انگیز تو تھی۔ لیکن کسی قدر خطرناک بھی ضرور تھی۔ اس نے سوچا۔ کہ خود ان کی مشعلیں ہی مجھے ان کی نظروں سے پوشیدہ کر دینگی۔ اور میرے قدموں کی آہٹ ان کی بلند آہنگی ہی میں غائب ہو کر رہ جائے گی۔ اگر میں خاموش رہوں اور تیزی سے نکل جاؤں۔ تو یقیناً ان لوگوں کی توجہ میری طرف مبذول نہ ہوگی۔

لیکن بد قسمتی دیکھئے۔ کہ جوں ہی وہ راہ فرار اختیار کرنے کے لئے مڑا۔ اُس کا پاؤں ایک سنگ ریزے پر سے پھسل گیا۔ وہ آہ کر کے دیوار کے ساتھ جا گرا۔ اور پتھروں پر اس کی تلوار کی جھنکار بلند سنائی دی۔ انگریزی اور فرانسیسی میں دو تین آوازیں آئیں "کون ہے؟" لیکن ڈینس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور گلی میں اندھا دُھند بھاگتا ہی چلا گیا۔ برآمدے کے پاس پہنچ کر اس نے پیچھے مُڑ کر دیکھا۔ وہ لوگ برابر اسے پکارتے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ اب انہوں نے دُگنی تیزی سے تعاقب شروع کر دیا۔ ان کے اسلحہ اور ان کی زرہوں کی جھنکار شور مچا رہی تھی

اور تنگ گلی میں ان کی مشعلیں اوپر نیچے ادھر اُدھر تیزی سے حرکت کر رہی تھیں +

ڈینس آس پاس نگاہیں ڈال سیدھا ڈیوڑھی میں گھس گیا۔ وہاں ممکن تھا۔ کہ وہ اپنے تعاقب کرنے والوں کی نظروں سے پوشیدہ رہتا۔ لیکن اگر اس کی توقع نہ بھی کی جا سکے۔ تو کم از کم وہ ایک ایسی جگہ تو یقیناً پہنچ گیا تھا۔ جہاں وہ اُن لوگوں سے گفت وشنید یا اپنے دفاع وتحفظ کا انتظام کما حقہ کر سکتا تھا + یہ سوچ کر اس نے تلوار کھینچ لی۔ اور دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہونے کی کوشش کی۔ لیکن اس کے بوجھ سے دروازہ کھُل گیا + اگرچہ وہ فوراً ہی سنبھل گیا۔ لیکن کواڑ اپنی چکنی چولوں پر گھوم گئے۔ اور دروازہ چوپٹ کھُل گیا۔ جس کے اندر ہر طرف اندھیرا نظر آ رہا تھا۔ جب کسی شخص کو ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔ جو اس کے حالات کے اعتبار سے باموقع معلوم ہوتے ہیں۔ اُس وقت وہ اس قسم کی باتوں پر غور نہیں کرتا۔ کہ یہ کیوں ہوُا اور کیونکر ہوُا۔ اس کی ذاتی اور فوری سہولتیں ہی دُنیا کے ان عجیب ترین واقعات و انقلابات کی سب سے بڑی دلیل بن جاتی ہیں + چنانچہ ڈینس نے ایک لمحہ توقف کئے بغیر اندر داخل ہو کر دروازہ نصف بند کر لیا۔

تاکہ اس کے چھپنے کی جگہ ظاہر نہ ہو۔ وہ اس دروازے کو بالکل بند کر لینا چاہتا تھا۔ لیکن کسی ناقابل بیان سبب سے (غالباً کسی کمانی یا وزن کی وجہ سے) بلوط کا یہ عظیم وجسیم تختہ اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر بہت زور کے ساتھ بند ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک سلاخ کے گرنے کی ہولناک آواز نے مکان میں گونج پیدا کر دی ✤

عین اس وقت سپاہیوں کی یہ ٹولی گلی میں سے نکل کر برآمدے کے چبوترے پر نمایاں ہوئی۔ اور نعرے لگا لگا کر اور گالیاں دے دے کر اسے پکارنے لگی ✤ ڈینس نے سنا۔ کہ وہ ہر کونے کھدرے میں اس کو تلاش کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک نیزے کی چوب اس دروازے کی بیرونی سطح پر بھی پڑی۔ جس کے پیچھے وہ کھڑا تھا لیکن یہ لوگ نشے میں غین ہو رہے تھے۔ اور زیادہ دیر تک ٹھہرنا ان سے بہت بعید تھا۔ چنانچہ جلد ہی یہ لوگ ایک پیچیدہ رستے سے گزر کر جو ڈینس کو نظر نہ آیا تھا۔ شہر پناہ کے ساتھ ساتھ چل دئے۔ اور تھوڑی دیر میں چشم وگوش کی رسائی سے باہر ہو گئے ✤

ڈینس نے اطمینان کا سانس لیا۔ ناگہانی حوادث کے خوف سے چند لمحے صبر و سکون کے ساتھ گزارے۔ اور پھر ادھر ادھر ٹٹولنے لگا۔

تاکہ کسی نہ کسی طرح دروازہ کھول کر پھر اپنے رستے پر چل دے +
دروازے کی اندرونی سطح بالکل صاف تھی۔ کوئی دستہ کوئی حاشیہ
کسی قسم کا اُبھار محسوس نہ ہوتا تھا۔ اس نے اپنی اُنگلیاں کواڑوں
میں پھنسا کر کھینچنا شروع کیا۔ لیکن دروازے کو جنبش بھی نہ ہوئی۔
بہتیرا ہلایا۔ بہتیرا جھنجھوڑا۔ لیکن دروازہ کیا تھا۔ چٹان تھی۔
کہ حرکت کا نام بھی نہ لیتی تھی + ڈینس بہت چیں بجبیں ہوا۔ اور
اضطراراً ہلکی سی آواز میں سیٹی بجانے لگا + وہ سوچ رہا تھا۔
کہ آخر اس دروازے کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ کھُلا ہوا کیوں تھا۔
اور میرے داخل ہوتے ہی اس قدر آسانی اور مضبوطی کے
ساتھ بند کیونکر ہو گیا؟ اس تمام معاملے میں ایسا مبہم اور پیچیدہ
راز پوشیدہ تھا۔ کہ اس نوجوان کی سمجھ اس کا احاطہ کرنے سے عاجز
ہو رہی تھی۔ یہ ایک پھندا سا معلوم ہوتا تھا۔ لیکن کون تصوّر
کر سکتا تھا۔ کہ اس خاموش سی گلی کے اندر اور اس قسم کے مکان
میں جو باہر سے شریف اور خوش حال لوگوں کا مسکن معلوم
ہوتا ہے۔ کسی کو پھنسانے کے لئے پھندا لگایا گیا ہو گا؟ بہرحال
پھندا ہو یا نہ ہو۔ دانستہ لگایا گیا ہو۔ یا نادانستہ۔ ڈینس تو یقیناً
جال میں پھنس چکا تھا۔ اور اپنی جان دے کر بھی باہر نکلنے کا رستہ

نہ پا سکتا تھا۔ اب اندھیرا اسے نہایت ناگوار اور ناقابل برداشت
معلوم ہونے لگا تھا۔ اس نے ہر طرف کان لگا کر سُنا۔ باہر تو
کامل خاموشی تھی۔ لیکن مکان کے اندر اس کے پاس ہی ایک ہلکی
سی آہ۔ ایک خفیف سی سسکی۔ ایک چھپی ہوئی سی چرچر سُنائی دی۔
گویا وہاں متعدد آدمی موجود تھے۔ جو بالکل چُپ چاپ دبکے ہوئے
پڑے تھے۔ اور اپنے تنفس کو بھی انتہائی عیاری سے روکنے کی
کوشش کر رہے تھے۔ اس خیال سے اس کے دل و دماغ کو ایک
جھٹکا سا لگا۔ اور وہ دفعتاً اپنی جان کی حفاظت کے لئے ہر طرف
نظریں دوڑانے لگا۔ اس وقت پہلی دفعہ اس نے کیا دیکھا۔ کہ
اس کی آنکھوں کے سامنے مکان کے اندر کسی قدر فاصلے پر ایک
روشنی نمودار ہوئی۔ جس کی شکل مخروطی سی تھی۔ اور معلوم ہوتا تھا۔
کہ کسی دروازے کے دو پردوں میں سے دکھائی دے رہی ہے۔
ڈینس کے لئے محض کسی چیز کا نظر آجانا ہی ایک نعمت عظمےٰ تھا۔ یہ
بالکل ایسا ہی تھا۔ جیسے کوئی شخص دلدل میں پھنسا جا رہا ہو۔ اور
اُس کے قدموں کے نیچے ٹھوس زمین کا ایک ٹکڑا آجائے۔ اس کے
دماغ نے اس روشنی پر حریصانہ غور کرنا شروع کیا۔ وہ دیر تک
کھڑا اس کو گھورتا رہا۔ اور اپنے نواحی حالات کے منطقیانہ تصورات کو

مجتمع کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اتنا تو ظاہر تھا۔ کہ ڈیلنس سے چند قدم
کے فاصلے پر ایک زینہ واقع تھا۔ جس کے بالائی سرے پر وہ روشن
دروازہ نظر آرہا تھا۔ اس کے علاوہ اسے ایک اَور بھی روشنی
نظر آرہی تھی۔ جو سوئی کی طرح باریک اور فاسفورس کی طرح دُھندلی تھی۔
یہ غالباً اسی بڑی روشنی کا عکس تھا۔ جو زینے کے جنگلے کی روغن شدہ
لکڑی پر پڑ رہا تھا+ چونکہ اس کا یہ شُبہ یقین کے درجے کو پُہنچ رہا تھا۔
کہ وہ اس مکان میں تنہا نہیں۔ اس لیئے اس کا دل انتہائی زور شور
سے دھڑک رہا تھا۔ اور کچھ نہ کچھ کر گزرنے کی ناقابلِ برداشت
خواہش اس کو نسرتا پا مضطرب بنا رہی تھی+ اسے یقین تھا۔ کہ وہ سخت
مُہلک خطرے میں ہے۔ اس نے سوچا۔ کہ فوراً زینے پر چڑھ کر
پردہ اُٹھا دے۔ اور اُس شکل کا یک سخت سامنا کرے۔ جو بہر حال
اسے پیش آنے والی ہے۔ اس طرح کم از کم اسے اتنا فائدہ تو ہوگا۔
کہ وہ اندھیرے میں نہ رہے گا۔ اور کسی حقیقت تک بھی پُہنچ سکے گا+
یہ سوچ کر اس نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دئیے۔ اور آہستہ آہستہ
زینے کی طرف چلا۔ یہاں تک کہ اس کا پاؤں نچلی سیڑھی سے جا ٹکرایا۔
پھر اس نے نہایت سُرعت سے زینے پر چڑھنا شروع کیا۔ اپنے
حواس درست کرنے کے لئے ایک لمحہ ٹھہرا۔ اس کے بعد پردہ اُٹھا کر

دروازے میں داخل ہوگیا +

یہ کمرہ صاف شفاف پتھر کا بنا ہوا تھا۔ اس کی تین دیوارو
میں ایک ایک دروازہ تھا۔ اور تینوں پر مشجر کے پردے آویزاں تھے۔
چوتھی دیوار میں دو بڑے بڑے دریچے تھے۔ اور ان کے درمیان
چمنی کا ایک طاقچہ واقع تھا۔ جس پر "میلترانے" کے اسلحہ کا نشان
کھدا ہوا تھا + ڈینس نے اس نشان کو پہچان لیا۔ اور اپنے آپ کو
ایک بلند مرتبت خاندان کے قبضے میں پاکر خوش ہوا۔ کمرے میں
روشنی بہت تیز تھی۔ لیکن ایک بھاری میز اور دو کرسیوں کے سوا
فرنیچر کا نام و نشان تک نہ تھا۔ آتش دان میں آگ بالکل نہ تھی۔
اور فرش پر کہیں کہیں ناگر موتھے کے بعض ٹکڑے پڑے تھے۔ جو کئی
دن کے پرانے معلوم ہوتے تھے +

چمنی کے پاس ایک بہت اونچی کرسی پر جو ڈینس کے عین سامنے
رکھی تھی۔ ایک پست قد پیر مرد سمور کا گلوبند لپیٹے بیٹھے تھے + آپ
نے ایک ٹانگ پر دوسری ٹانگ چڑھا رکھی تھی۔ ہاتھ جوڑ رکھے
تھے۔ مصالحے وار شراب کا ایک جام آپ کے پاس ہی دیوار
کے ایک طاقچے میں رکھا تھا + آپ کے بشرے کا انداز نہایت مردانہ
تھا۔ لیکن وہ مردانگی انسانی نہ تھی۔ بلکہ ایسی ہی تھی۔ جیسی کسی سانڈ

یا بکرے یا پالتو سُور کے چہرے پر نظر آتی ہے + آپ کے بشرے پر کچھ اشتباہ ۔ کچھ خوشامد ۔ حرص ۔ وحشت اور خطرناکی کے آثار دکھائی دیتے تھے ۔ اوپر کا ہونٹ غیر معمولی طور پر بڑا تھا ۔ گویا کسی چوٹ یا دانت کے درد کی وجہ سے سُوج گیا ہے + عجیب سا تبسم ۔ اونچی اونچی بھویں ۔ چھوٹی چھوٹی تیز آنکھیں اور ان تمام چیزوں کا مضحکہ انگیز انداز بدی اور بدنیتی کا غماز ہو رہا تھا + سر پر گھنے خوبصورت سفید بال ایک حلقہ بناتے ہوئے گلوبند تک پہنچے ہوئے تھے ۔ اور ان سے تقدس اور ولایت کی شان برستی تھی + ڈاڑھی اور مونچھوں سے احترام انگیز محبوبیت ہویدا تھی + غالباً غیر معمولی پیش بندیوں کی وجہ سے آپ کے ہاتھوں پر امتدادِ زمانہ نے کوئی اثر نہ کیا تھا اور میلتر ائے کے ہاتھ مشہور بھی تھے ۔ کیونکہ ایک ہی وقت میں اس قدر پُر گوشت اور اتنے نفیس و نازک ہاتھ تصور میں بھی نہ آسکتے تھے + نکیلی حساس اُنگلیاں لیونارڈو کی عورتوں کی مانند تھیں ۔ انگوٹھے کی نوک میں مٹھی بند ہو جانے پر بھی ایک دل فریب اُبھار پیدا ہو جاتا تھا ۔ ناخن نہایت خوشنما تھے ۔ اور ان کی سفیدی بہت ہی حیرت انگیز تھی + جب اس قسم کے ہاتھوں والا آدمی اُن ہاتھوں کو ایک مظلوم دوشیزہ کی طرح جوڑ کر اپنی گود میں رکھے بیٹھا رہے ۔ اور بشرے کی

اس شدت اور چونکا دینے والی ہیئت کے باوجود اپنی نشست پر متمکن رہ کر ایک دیوتا یا دیوتا کے بت کی طرح آنکھ جھپکائے بغیر لوگوں کے تصورات میں مستغرق رہے تو ظاہر ہے۔ کہ اس کی یہ ہیئت اُسے دس گنا زیادہ دہشت ناک بنا دے گی + اس پیر کہن سال کا یہ ظاہری اطمینان اس کی صورت سے اس قدر غیر متعلق اور مختلف نظر آ رہا تھا۔ کہ اس سے طنز اور بدنیتی کی جھلک نمایاں ہو رہی تھی +

آپ "ایلین سائر دی میلیسترائے" کے نام سے مشہور تھے +

ڈینس اور وہ بزرگ ایک دو لمحے تک ایک دوسرے کو خاموشی سے دیکھتے رہے +

آخر سائر دی میلیسترائے نے کہا "آیئے۔ تشریف لایئے میں آج شام ہی سے آپ کی راہ دیکھ رہا تھا" +

اگرچہ سائر اُٹھ کر کھڑا نہیں ہوا۔ لیکن اس نے اس فقرے کے ساتھ ہی مسکرا کر اور اپنے سر کو نہایت مہذبانہ انداز سے جھکا کر ڈینس کا استقبال کیا + کچھ تو اس تبسم کی وجہ سے اور کچھ اس عجیب اور موسیقی آمیز لہجے کے باعث جس سے سائر نے گفتگو کا آغاز کیا تھا۔ ڈینس کے سارے جسم پر نفرت و حقارت کا ایک شدید لرزہ

طاری ہو گیا۔ اور یہ نفرت اور پریشانی اس قدر غالب تھی۔ کہ اس نے بہت ہی مشکل سے چند فقرے جوڑ کر سا تر سے کہا:۔

"غالباً یہ ایک دو گونہ سوءِ اتفاق ہے + میں وہ شخص نہیں ہوں۔ جس کا آپ انتظار کر رہے تھے۔ کیونکہ میرا ارادہ یہ ہرگز نہ تھا۔ کہ یہاں آؤں + یہ مداخلت بے جا میری خواہشات کے بالکل خلاف ہے"+

بزرگ نے شفقت آمیز لہجے میں کہا۔ "خیر اس کو چھوڑیے۔ یہ تو ایک حقیقت ہے۔ کہ آپ یہاں موجود ہیں + تشریف رکھئے۔ اور بالکل مطمئن ہو جائیے۔ ابھی تمام معاملات طے ہوئے جاتے ہیں"+

ڈینس نے دیکھا۔ کہ معاملہ ابھی بعض غلط فہمیوں کی وجہ سے بدستور پیچیدہ ہے۔ چنانچہ اس نے پھر تصریح شروع کر دی۔ اور کہا:۔

"آپ کا دروازہ ــــــــــــ"

بڈھے نے اپنی نکیلی بھویں چڑھا کر پوچھا۔ "آپ میرے دروازے کا ذکر فرماتے ہیں؟ خوب! وہ ایک عجیب صنعت کاری کا نمونہ ہے (کندھے اٹھا کر) یہ بھی مہمان نوازی کا

ایک طریقہ ہے۔ آپ اپنی ہی حالت پر غور کیجئے۔ آپ میرے ساتھ شناسائی پیدا کرنے کے خواہشمند نہ تھے۔ ہم بڈھے آدمی وقتاً فوقتاً اس قسم کی غیر آمادگی کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اور جب کبھی اس سے ہماری عزت اور شرافت پر اثر پڑتا ہے۔ تو ہم خود بخود اس پر غالب آنے کا کوئی نہ کوئی طریقہ دریافت کر لیتے ہیں۔ بلاشبہ آپ بن بلائے مہمان ہیں۔ لیکن یقین کیجئے۔ کہ میں دل سے آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں۔"

ڈینس نے کہا "جناب والا آپ ابھی تک غلطی میں پڑے ہوئے ہیں۔ آپ کا اور میرا تو کوئی تعلق ہی نہیں۔ میں اس قصبے میں بالکل اجنبی ہوں۔ میرا نام ڈینس ہے۔ دا ماسو دی بولیو۔ میں جو آپ کے مکان میں آ گیا۔ تو یہ صرف ——————"

بڈھے نے بات کاٹ کر کہا "میرے نوجوان دوست۔ مجھے اجازت دیجئے۔ کہ میں اس معاملے میں اپنے ذاتی خیالات پر قائم رہوں۔ جو غالباً اس وقت تو آپ کے خیالات سے مختلف ہیں۔ لیکن (ترچھی نظر سے دیکھ کر) وقت بتا دے گا۔ کہ ہم میں سے کون راستی پر ہے۔"

ڈینس کو یقین ہو گیا۔ کہ ایک پاگل کے ساتھ واسطہ پڑ گیا ہے

وہ کندھوں کو ایک جھٹکا دے کر بیٹھ گیا۔ اور انجام کا انتظار کرنے لگا + دونوں خاموش بیٹھے رہے۔ اس دوران میں ڈینس کو اپنے عین سامنے کے پردے کی جانب سے کچھ ایسی سُرعت آمیز آوازیں سُنائی دیں۔ جیسے کوئی جلد جلد وظیفہ پڑھ رہا ہے۔ کبھی ایک ہی آدمی کی آواز سُنائی دیتی تھی۔ کبھی دو معلوم ہوتے تھے۔ اور ان کی آوازوں کی پستی اور پُرزور سرگرمی سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ لوگ بہت جلدی میں ہیں۔ یا اُن کے دل و دماغ کسی کشمکش میں مبتلا ہیں + اس نے سوچا۔ کہ اس مشجر کے کے پردے کے پیچھے وہ چھوٹا سا گرجا ہوگا۔ جو اس نے باہر سے دیکھا تھا +

پیرمرد نے اس اثنا میں مسکراتے ہوئے ڈینس کو سر سے پاؤں تک غور سے دیکھا۔ اور شغل کے طور پر کبھی پرندے کی اور کبھی چوہے کی بولی بولتا رہا۔ جس سے اس کے قلب کا انتہائی طمینان ظاہر ہوتا تھا + یہ صورت حالات بہت جلد ناقابلِ برداشت ہوگئی۔ اور ڈینس نے اس کو ختم کرنے کے لئے نہایت ادب سے یہ کہا۔ کہ "اب تو آندھی بالکل فرو ہو چکی ہے"+

یہ سُن کر بڈھے نے کچھ جواب دئے بغیر ہنسنا شروع کیا۔

اور اس قدر بلند آواز سے اور اتنی دیر تک ہنستا رہا۔ کہ اس کا چہرہ بالکل سُرخ ہوگیا۔ ڈینس جھٹ اُٹھ کھڑا ہوُا۔ اور نہایت شان سے اپنی ٹوپی سر پر رکھ کر کہنے لگا۔

"جناب والا۔ اگر آپ کے ہوش و حواس صحیح ہیں۔ تو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ آپ نے میری سخت توہین کی ہے۔ اور اگر آپ کے حواس درست نہیں ہیں۔ تو میں پاگلوں کے ساتھ باتیں کرنے سے زیادہ بہتر کام تلاش کرسکتا ہوں۔ میرا ضمیر بالکل صاف ہے۔ آپ نے پہلے ہی لمحے میں مجھے بے وقوف بنانا شروع کر دیا۔ میرا بیان سُننے سے انکار کیا۔ اور اب خدا کے سوا کوئی طاقت مجھے یہاں ٹھہرنے پر مجبور نہیں کرسکتی۔ اگر میں اچھے طریقے سے باہر جانے کا رستہ دریافت نہ کرسکا۔ تو اپنی تلوار سے آپ کے دروازے کے ٹکڑے اُڑا دوں گا"۔

سائر دی میلیترائے نے اپنا دایاں ہاتھ اُٹھایا۔ اُس کی انگشت شہادت اور چھنگلیا کو آگے بڑھا کر ڈینس کی طرف ہلانا شروع کیا۔ اور کہا۔ "میرے پیارے بھتیجے! بیٹھ جاؤ"۔

ڈینس نے جواب دیا۔ "کیوں جھوٹ بولتے ہو۔ کیا میں تمہارا بھتیجا ہوں؟" یہ کہہ کر اس نے بڈھے کے سامنے اپنی انگلیاں

چٹخانی شروع کر دیں +

بڈھے نے دفعتاً نہایت تند آواز میں جو کتے کے بھونکنے سے مشابہ تھی۔ چلا کر کہا۔ "او بدمعاش! بیٹھ جا! کیا تو یہ سمجھتا ہے۔ کہ جب میں نے اپنے دروازے میں ایک چھوٹی سی صناعی کا ثبوت دیا تھا۔ تو اس کو نامکمل ہی چھوڑ دیا تھا+ اگر تو چاہتا ہے۔ کہ تیرے ہاتھ اور پاؤں کی شکلیں کس دی جائیں۔ یہاں تک کہ تیری ہڈیاں چُور چُور ہو جائیں۔ تو اُٹھ۔ اور ذرا یہاں سے جا کے دیکھ! ہاں اگر تو ایک آزاد اور بانکا نوجوان بن کر ایک بڈھے سے مزے مزے کی باتیں کرنا پسند کرتا ہے۔ تو آرام سے یہیں بیٹھ جا+ خدا تیری مدد کرے"+

ڈینش نے پوچھا "کیا اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ میں تمہارا قیدی ہوں؟"

بڈھے نے کہا "میں نے واقعات بیان کر دئے ہیں۔ نتیجہ نکالنا تمہارا کام ہے"+

ڈینش پھر بیٹھ گیا+ بظاہر تو اس نے سکون قائم رکھا۔ لیکن اس کے سینے میں غیظ و غضب کا طوفان اُمڈ رہا تھا۔ اور اب اس غیظ و غضب میں خطرے کا احساس بھی شامل ہو گیا تھا+ اب

اسے اس امر کا یقین نہ رہا تھا۔ کہ اس کا سابقہ ایک دیوانے شخص سے پڑ گیا ہے۔ وہ سوچ رہا تھا۔ کہ اگر بڈھا صحیح العقل ہے۔ تو پھر آخر وہ کس چیز کے درپے ہے+ آخر مجھے کیا مصیبت پڑ گئی۔ اور کیا آفت پیش آنے کو ہے؟

وہ انہیں ناگوار خیالات میں غلطاں پیچاں ہو رہا تھا۔ کہ گرجے کے دروازے کا پردہ اُٹھا+ ایک بلند قامت پادری اپنی عبا پہنے ہوئے نکلا۔ جس نے سب سے پہلے ڈینس پر ایک گہری اور لمبی نظر ڈالی۔ اور پھر سائر دی میلسترائے کے کان میں کچھ کہا+

سائر نے پوچھا۔" کیا اس لڑکی کی حالتِ مزاج پہلے سے کسی قدر بہتر ہے؟"

پادری نے جواب دیا۔" ہاں صاحب۔ وہ پہلے سے زیادہ راضی برضا ہو رہی ہے+"

بڈھے نے ناک بھوں چڑھا کر کہا۔" اب اسے تو خدا ہی خوش کر سکتا ہے۔ ایک اچھے خاصے کنبے کا گبھرو نوجوان ملا ہے۔ اور پھر اس لڑکی نے خود ہی اسے چنا ہے۔ میں نہیں سمجھتا۔ یہ اچھال چھکا اس سے زیادہ کیا چاہتی ہے+"

پادری نے کہا۔" صاحب۔ بات یہ ہے۔ کہ یہ صورت

حالات ایک نوعمر لڑکی کے لئے غیر معمولی سی ہے۔ اور شرم وحیا
کی بہت سخت آزمائش ہے"۔

بڈھا کہنے لگا "تو پھر اسے ناچ شروع کرنے سے پہلے سوچنا
چاہئے تھا۔ خدا جانتا ہے۔ کہ یہ میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا۔
لیکن جب اس نے خود اسے اختیار کیا ہے تو اسے نباہنا بھی
پڑے گا (اس کے بعد ڈینس کو مخاطب کر کے) موسیو دی بولیو!
مجھے اجازت دیجئے۔ کہ میں آپ سے اپنی بھتیجی کا تعارف کراؤں۔
وہ مجھ سے بھی زیادہ بے صبری کے ساتھ آپ کی تشریف آوری کا
انتظار کرتی رہی ہے"۔

ڈینس اب طوعاً کرہاً راضی برضا ہو چکا تھا۔ کیونکہ وہ صرف
یہ چاہتا تھا۔ کہ حتی الامکان نہایت جلد اس تمام قضیئے کا انجام
معلوم کرے۔ چنانچہ اس نے اٹھ کر سر تسلیم خم کر دیا۔ سائروی
میلیتر نے بھی اپنا سر جھکا کر اٹھا۔ اور پادری کے بازو کا سہارا
لے کر لنگڑاتا ہوا گرجا کے دروازے کی طرف چلا۔ پادری نے
پردہ اٹھایا۔ اور تینوں اندر داخل ہوئے۔ اس عمارت میں
فن تعمیر کی بے نظیر صناعیاں جلوہ گر تھیں۔ دو نفیس محرابیں چھ مضبوط
ستونوں پر قائم تھیں اور گنبد کے مرکز میں آویزاں معلوم ہوتی تھیں۔

قربان گاہ کے پچھلی طرف یہ کمرہ ختم ہوتا تھا۔ خانے کی دیوار مدوّر تھی۔ جس میں آرائش و زیبائش کے لئے نہایت پُر تکلف نقش و نگار سے کام لیا گیا تھا۔ ستاروں۔ سہ برگوں اور پتوں کی صورت کے بہت سے چھوٹے چھوٹے روشندان بھی بنائے گئے تھے۔ ان روشندانوں میں بہت کم شیشے چڑھے ہوئے تھے۔ اس لئے رات کی ہوا گرجے کے اندر آزادانہ نفوذ کر رہی تھی۔ قربان گاہ پر تقریباً پچاس شمعیں روشن تھیں۔ لیکن ہوا کے جھونکے انہیں بیدردانہ بجھانے میں مصروف تھے۔ چنانچہ روشنی مختلف پہلو اختیار کر رہی تھی۔ کبھی تیز ہو جاتی۔ اور کبھی دُھندلی معلوم ہونے لگتی۔ قربان گاہ کی سیڑھیوں پر ایک نوجوان لڑکی نہایت قیمتی عروسی جوڑا پہنے گھٹنوں کے بل جُھکی ہوئی تھی۔ اس کے لباس کو دیکھ کر ڈوینس پر انجماد کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ اس کے دماغ میں بار بار ایک خیال آ رہا تھا۔ اور وہ دل ہی دل میں بار بار نہایت زور سے اس کی تردید کر رہا تھا۔ اور اپنے آپ سے کہہ رہا تھا۔ کہ نہیں نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ایسا ہونا چاہیئے۔

سائر نے بانسری کی سی سرود آمیز آواز میں کہا۔ "بلانشے!

دیکھو۔ یہ میرے دوست تم سے ملنے آئے ہیں + ننھی۔ ذرا اُٹھ کر ان سے اپنا پیارا پیارا ہاتھ تو ملاؤ + بے شک عبادت بہت اچھی چیز ہے۔ لیکن پیاری بھتیجی۔ مہذب اور شائستہ اطوار ہونا بھی بہت ضروری ہے "

لڑکی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور نو وارد آدمیوں کی طرف متوجہ ہوئی + وہ ایک دم مُڑی۔ شرم اور ماندگی کے آثار اس کے شاداب جسم کے ہر خط و خال سے نمایاں تھے۔ اس نے اپنا سر جھکا رکھا تھا۔ اس کی آنکھیں فرش پر گڑی ہوئی تھیں۔ اور وہ آہستہ آہستہ ان کی طرف چلی آ رہی تھی + اسی دوران میں اس کی نگاہیں ڈینس دی بولیو کے پاؤں پر پڑیں + یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ڈینس اپنے پاؤں کی خوب صورتی پر بجا طور سے فخر کرتا تھا۔ اور حالتِ سفر میں بھی لباس کے ساز و سامان کی نفاست کو بدرجۂ کمال ملحوظ رکھتا تھا + لڑکی اس کے زرد بوٹ دیکھتے ہی چونک اُٹھی۔ اور خدا جانے اسے کیا فوری احساس ہوا۔ کہ اس نے دفعتہً اپنی نگاہیں اُٹھا کر ڈینس کے چہرے کو دیکھا + جوں ہی ان کی نگاہیں چار ہوئیں۔ لڑکی کے چہرے پر شرم کے بجائے دہشت اور ہیبت چھا گئی + اس کے ہونٹ سفید ہو گئے۔

اس نے ایک دلدوز چیخ مار کر دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ اور گرجے کے فرش پر گر پڑی۔

اس نے چلا کر کہا ”چچا۔ یہ وہ آدمی نہیں ہے۔ میرے چچا۔ یہ وہ نہیں ہے۔“

سائر دی میلیترائے نے کسی قدر گوارا انداز سے کہا ”یقیناً وہ نہیں۔ مجھے یہ پہلے ہی توقع تھی۔ افسوس ہے۔ کہ تم نے اُس شخص کا نام بھی یاد نہ رکھا۔“

لڑکی نے کہا ”سچ یہ ہے۔ کہ میں نے ان صاحب کو آج سے پیشتر کہیں نہیں دیکھا۔ نہ ان پر کبھی میری نگاہیں پڑیں۔ نہ میں انہیں آئندہ ہی دیکھنا چاہتی ہوں۔ (پھر ڈینس سے مخاطب ہو کر کہنے لگی) صاحب۔ اگر آپ شریف ہیں۔ تو یقیناً میرے حق میں شہادت دینگے۔ آپ ہی بتائیے۔ آیا میں نے کبھی پہلے بھی آپ کو دیکھا ہے؟ آیا اس ملعون گھڑی سے پیشتر بھی آپ کی نظریں کبھی مجھ پر پڑی ہیں؟“

نوجوان نے جواب دیا ”میں اپنے متعلق تو بلا تامل کہہ سکتا ہوں۔ کہ مجھے کبھی یہ فخر نصیب نہیں ہوا۔ جناب والا یقین کیجئے کہ مجھے آپ کی دل فریب بھتیجی کے دیدار کا موقع آج پہلی دفعہ

حاصل ہوا ہے ؟"

بڈھے نے اپنے کندھے چڑھا کر جواب دیا۔ "مجھے یہ سُن کر بہت رنج ہوا ہے۔ لیکن معمولی بات ہے اِس کی ابتدا ہر وقت کی جا سکتی ہے۔ میری مرحومہ بیوی کے ساتھ بھی شادی سے پہلے میری شناسائی اس سے زیادہ نہ تھی + اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس قسم کی اتفاقی شادیاں آخر کار بہتر تعلقات کا باعث ہو جایا کرتی ہیں + چونکہ اس معاملے میں دولھا کی رضامندی بھی ضروری ہے۔ اس لئے میں اسے سوچنے کے لئے دو گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں۔ اس کے بعد رسمِ عقد ادا کی جائے گی "

لڑکی یہ سُن کر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ اور کہنے لگی۔ "چچا۔ کیا تم مذاق کر رہے ہو؟ میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں۔ کہ اگر میں زبردستی اس نوجوان شخص کے پلّے باندھ دی گئی۔ تو کلیجے میں خنجر مار کر اپنا کام تمام کر لوں گی۔ میرا کلیجا تو اس خیال سے بھی منہ کو آتا ہے + خدا نے ایسی شادیاں ممنوع قرار دی ہیں۔ تم اپنے سفید بالوں کو ذلیل کر رہے ہو۔ آہ میرے چچا مجھ پر رحم کرو! دُنیا میں کوئی ایسی عورت نہ ہو گی۔ جو اس قسم کی شادی پر موت کو ترجیح نہ دے۔ (کسی قدر بھرائی ہوئی آواز

میں) کیا تمہیں اب تک میری بات پر یقین نہیں آتا؟ کیا تم اب تک یہی خیال کرتے ہو۔ کہ یہی وہ شخص ہے" یہ کہتے ہوئے لڑکی نے غیظ و نفرت سے ڈینس کی طرف اشارہ کیا +

بڈھے نے دروازے میں توقف کرتے ہوئے کہا۔

"سچ تو یہ ہے۔ کہ میرا یہی خیال ہے۔ لیکن بلانشے دی میلیٹر ائے! میں چاہتا ہوں۔ کہ اس معاملے کے متعلق تمہیں اپنا نقطۂ خیال بتا دوں۔ میں نے اپنے اور اپنے خاندان کے نام کو ساٹھ سال تک حالت جنگ اور دوران امن میں یکساں معزز و محترم رکھا ہے۔ جب سے تم نے اس خاندان کی عزت کو تباہ کر دینے کا ارادہ کیا ہے۔ تمہیں کوئی حق نہیں رہا۔ کہ میرے اعمال پر اعتراض کرو یا مجھ سے آنکھیں بھی چار کر سکو + اگر تمہارا باپ زندہ ہوتا۔ تو وہ تمہارے منہ پر تھوک کر تمہیں گھر سے باہر نکال دیتا۔ کیونکہ اس کا پنجہ آہنی تھا۔ خدا کا شکر کرو۔ کہ تمہیں مخمل کے ہاتھ سے واسطہ پڑا ہے۔ میرا فرض تھا۔ کہ میں بلا توقف تمہاری شادی کر دوں۔ میں نے صرف نیک نیتی اور خیر خواہی کی نظر سے یہ کوشش کی۔ کہ کوئی تمہاری پسند کا نوجوان مل جائے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ میں اس کوشش میں کامیاب ہو گیا + لیکن بلانشے دی میلیٹر ائے! اگر

میں کامیاب نہیں بھی ہوا۔ تو خدا اور اُس کے فرشتے گواہ ہیں۔ کہ مجھے ذرّہ برابر بھی پروا نہیں + اب میں چاہتا ہوں۔ کہ تم ہمارے اس نوجوان دوست کے ساتھ شائستہ سلوک کرو۔ اور یاد رکھو۔ کہ اگر تم نے انہیں پسند نہ کیا۔ تو پھر تمہارا آئندہ دولہا شاید ان کی نسبت بہت زیادہ ناگوار ہو ÷"

یہ کہہ کر وہ باہر نکل گیا۔ پادری اس کے پیچھے پیچھے تھا + ان دونوں کے جانے کے بعد دروازے کا پردہ خود بخود گر گیا +

لڑکی نے اپنی جھکتی ہوئی آنکھیں ڈینس کی طرف پھیر کر کہا۔ "کیوں صاحب؟ یہ کیا معاملہ ہے؟ یہ کیا ہو رہا ہے؟"

ڈینس نے اُداسی اور افسردگی کے لہجے میں جواب دیا "خدا ہی جانے کیا ہو رہا ہے۔ میں تو یہاں قیدی کی حیثیت سے ہوں۔ اور یہ گھر پاگلوں سے بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ نہ مجھے معلوم ہے۔ نہ میں سمجھ سکتا ہوں ÷"

لڑکی نے پوچھا "لیکن آپ یہاں کیونکر آ گئے؟"

ڈینس نے حتی الامکان نہایت اختصار سے اسے ساری سرگذشت سُنائی۔ اور آخر میں کہا۔ کہ "میں نے تو اپنا سارا ماجرا سُنا دیا۔ اب آپ بھی اپنے حالات بتائیے۔ آخر یہ کیا معمّا ہے۔

اور اس کا انجام کیا ہونے والا ہے؟"

لڑکی کچھ دیر تک خاموش کھڑی رہی + اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ اور اس کی خشک آنکھوں میں ایک مضطرب چمک دکھائی دے رہی تھی + اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنی پیشانی کو دبایا۔ اور کہا :-

"آہ۔ میرے سر میں کس قدر درد ہے۔ اور دل کی تو کچھ پوچھئے ہی نہیں ! اگرچہ بے شرمی کی بات ہے۔ لیکن میں آپ کو اپنے حالات سُنانے کا ذمّہ لے چکی ہوں۔ اس لئے مختصر سُن لیجئے مجھے بلانشئے دی میلیترائے کہتے ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے۔ میں ماں اور باپ کی نگاہوں سے قطعاً ناآشنا ہوں۔ اور زندگی بھر انتہائی رنج والم میں مبتلا رہی ہوں + تین مہینے گذرے۔ ایک نوجوان کپتان ہر روز گرجا میں میرے پاس کھڑا ہونے لگا + مجھے معلوم تھا۔ کہ وہ مجھے دیکھ دیکھ کر نہال ہو رہا ہے۔ اگرچہ یہ شرم کی بات ہے۔ لیکن مجھے یہ معلوم کرکے بہت خوشی ہوئی۔ کہ ایک شخص مجھ سے محبت کر رہا ہے + آخر ایک دن اس نے مجھے ایک خط دیا۔ جسے میں نے گھر لاکر بہت مسرت سے پڑھا + اُس وقت سے اب تک اُس کے بہت سے خطوط مجھے ملے ہیں + وہ غریب

مجھ سے بات کرنے کا بہت آرزومند تھا۔ اور ہمیشہ خطوں میں یہ التجا کیا کرتا تھا۔ کہ کسی دن شام کو اپنے گھر کا دروازہ کھلا رکھو۔ تاکہ زینے ہی پر کھڑے ہو کر دو دو باتیں کر لیں + وہ جانتا تھا۔ کہ میرے چچا کو مجھ پر کس قدر اعتماد ہے۔ (اس موقع پر لڑکی نے ایک سسکی بھری۔ اور ایک لمحے کے بعد کہنے لگی۔) میرے چچا کی طبیعت میں تشدد ضرور ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ بہت چالاک اور دانشمند شخص بھی ہے۔ اس نے میدان کارزار میں فن سپہ گری کے بڑے بڑے کمالات دکھائے ہیں۔ دربار شاہی میں بھی بہت ممتاز رہا ہے۔ اور پرانے زمانے میں ملکہ ایزابو کو اس پر بے انتہا اعتماد تھا + معلوم نہیں۔ اسے مجھ پر شبہہ کیونکر ہو گیا بہرحال اس سے کسی چیز کا چھپائے رکھنا بہت ہی مشکل ہے۔ آج صبح جب ہم گرجا سے واپس آ رہے تھے۔ اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ زور سے میری مٹھی کھولی۔ اور میرے پہلو بہ پہلو چلتے ہوئے کپتان کا رقعہ مجھ سے چھین کر پڑھ لیا + اس کے بعد اس نے وہ رقعہ نہایت تہذیب سے میرے حوالے کر دیا + اس رقعے میں کپتان نے پھر یہی لکھا تھا۔ کہ شام کو دروازہ کھلا رکھنا۔ بس یہی امر ہم سب کی تباہی کا باعث ہوا + میرے چچا نے شام تک مجھے نہایت

سختی کے ساتھ اپنے کمرے میں روکے رکھتا۔ اور پھر مجھے یہ عروسی جوڑا پہننے کا حکم دیا۔ جو اس وقت میرے جسم پر نظر آرہا ہے + غالباً آپ کو بھی اس کا احساس ہوگا۔ کہ ایک نوجوان لڑکی کے لئے یہ کس قدر مصیبت انگیز بات ہے + میں سمجھتی ہوں۔ کہ جب اس نے مجھ سے اس کپتان کا نام باصرار دریافت کیا۔ اور میں نے کسی طرح بھی نہ بتایا۔ تو اس نے اس کے لئے یہ جال بچھایا۔ جس میں خدا کے قہر کی وجہ سے آپ پھنس گئے + مجھے یہ اندیشہ لاحق ہو رہا تھا۔ کہ مجھے عنقریب سخت پریشانی سے سابقہ پڑنے والا ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا۔ کہ وہ کپتان ان حالات میں مجھ سے شادی کرنے پر آمادہ ہوگا یا نہیں + ممکن ہے وہ پہلے ہی سے مجھے بے قدر اور ناچیز سمجھ رہا ہو۔ یا میں نے ہی اپنے آپ کو اس کی نگاہوں میں ارزاں بنا دیا ہو لیکن سچ یہ ہے۔ کہ مجھے اس شرمناک سزا کا تو خواب و خیال بھی نہ تھا۔ جو اب مجھے دی جا رہی ہے + میرے دل میں تو یہ خیال بھی نہ گزرتا تھا۔ کہ خدا مجھے ایک نوجوان آدمی کے سامنے اس طرح ذلیل کرائے گا + اب میں آپ کو اپنا تمام ماجرا سنا چکی ہوں۔ اور میں نہیں جانتی۔ کہ آپ مجھے حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں یا نہیں +

ڈینس نے لڑکی کے سامنے مہذبانہ سر جھکا کر کہا "معزز خاتون آپ نے مجھ پر اعتماد کر کے مجھے بے انتہا شرف بخشا ہے۔ اور میں ثابت کر دوں گا۔ کہ میں اس شرف کا اہل ہوں + کیا جناب میلیترائے یہیں ہونگے ؟"

لڑکی نے کہا "غالباً وہ باہر کے کمرے میں بیٹھے ہوئے لکھ رہے ہونگے +"

ڈینس نے نہایت شائستہ اور درباری انداز میں اپنا ہاتھ پیش کر کے کہا "کیا مجھے اجازت ہے۔ کہ میں آپ کو اُن کے پاس لے چلوں ؟"

بلانشے نے ڈینس کا ہاتھ تھام لیا۔ اور یہ جوڑا اگرچہ سے کمرے کی طرف چل دیا + بلانشے تو شرم وحیا سے خمیدہ اور بدحال ہو رہی تھی۔ لیکن ڈینس ایک خاص مقصد کے احساس سے اکڑ کر چل رہا تھا۔ اور اس مقصد کی باعزت تکمیل کے طفلانہ تیقن سے اس کی رفتار میں ایک خاص شان پیدا ہو گئی تھی +

سائر دی میلیترائے ایک طنز آمیز سلام کر کے اُن سے ملنے کے لئے اُٹھا +

ڈینس نے انتہائی شان وشکوہ کے انداز سے کہنا شروع

کیا ہے۔

"جناب والا! میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس شادی کے مسئلے میں مجھے بھی کچھ عرض کرنے کا حق ضرور حاصل ہے۔ اور میں آپ کو فوراً بتائے دیتا ہوں۔ کہ میں اس نوجوان خاتون کی خواہش کے خلاف کوئی حرکت نہیں کر سکتا۔ اگر اس عقد کی تجویز آزادی سے میرے سامنے پیش کی جاتی۔ تو میں نہایت فخر و ناز سے اسے قبول کرتا۔ کیونکہ یہ معزز خاتون صورت و سیرت دونوں نعمتوں سے مالا مال ہے۔ لیکن جناب والا۔ موجودہ حالات میں تو میرے لئے سوائے انکار کے کوئی چارہ کار نہیں ہے"۔

بلانشے نے تو ڈینس کو نہایت تشکر آمیز نگاہوں سے دیکھا۔ لیکن بڈھا مسکرایا۔ اور اس قدر دیر تک مسکراتا رہا۔ کہ ڈینس کو اس کا تبسم وبال جان معلوم ہونے لگا۔ آخر بڈھے نے کہا:۔

"موسیو دی بولیو! غالباً آپ اب تک نہیں سمجھ سکے۔ کہ میں آپ کی خدمت میں کون سے امور بغرض قبول و انتخاب پیش کرنے والا ہوں۔ از راہ نوازش میرے ساتھ ذرا اس کھڑکی تک تشریف لائیے۔ (یہ کہہ کر وہ ڈینس کو ایک بہت بڑے دریچے کی طرف لے گیا۔ جو رات کی تاریکی کے سامنے چوپٹ کھلا پڑا

تھا) ذرا اوپر کی طرف ملاحظ فرمائیے۔ وہ سامنے ایک آہنی کُنڈا لٹک رہا ہے۔ اور اُس میں ایک نہایت مضبوط رسّی بندھی ہوئی نظر آرہی ہے۔ اب میری گزارش کو ذرا غور سے سُنئیے۔ آپ کو میری بھتیجی کے ساتھ نکاح کرنے سے جو انکار ہے۔ اگر آپ اس پر غلبہ پانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ تو آپ کا یہ نیا زمند صبح سے پہلے پہلے آپ کو اس کھڑکی میں پھانسی پر لٹکانے کے لئے مجبور ہو جائے گا۔ آپ یقین کیجئیے۔ کہ مجھے اس انتہائی تدبیر کے اختیار کرنے میں بے انتہا قلق ہو گا۔ کیونکہ مجھے آپ کی جان لینے کی چنداں خواہش نہیں۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں۔ کہ میری بھتیجی کی زندگی کا رستہ ہموار ہو جائے۔ لیکن اگر آپ نے بدستور ضد اور شوریدہ سری سے کام لیا۔ تو مجھے وہی کچھ کرنا پڑے گا۔ جو عرض کر چکا ہوں۔ موسیو دی بولیو! اس میں شک نہیں۔ کہ آپ کا خاندان اپنی جگہ بہت بڑا ہے۔ لیکن اگر آپ شارلمین کی نسل سے بھی ہیں۔ جب بھی آپ کے لئے یہ زیبا نہیں۔ کہ آپ میلیتر اسے خاندان کی ایک لڑکی کے عقد سے خواہ وہ پیرس کی سڑکوں کی طرح پامالِ عوام یا میرے مکان کے بیرونی پرنالے کی مانند بدصورت بھی ہو۔ انکار کر کے گستاخی اور خیرہ چشمی کے

مرتکب ہوں + اس معاملے میں نہ میری بھتیجی کی حالت مجھے متاثر
کرسکتی ہے۔ نہ آپ کی ذات کا کوئی اثر مجھ پر پڑ سکتا ہے۔ نہ میرے
ذاتی احساسات ہی کام آسکتے ہیں + میرے خاندان کی عزّت
خطرے میں پڑ رہی ہے۔ اور میں اس کا مجرم آپ کو سمجھتا ہوں
کم از کم آپ اب واقفِ راز تو ضرور ہو چکے ہیں۔ اور میں
آپ ہی سے یہ درخواست کرتا ہوں۔ کہ اس دھبّے کو دھو ڈالیئے +
اگر آپ ایسا نہ کرینگے۔ تو آپ کا خون آپ ہی کی گردن پر ہوگا +
بلا شبہ مجھے یہ منظر دیکھ کر اطمینان نہ ہوگا۔ کہ آپ کی دلچسپ نعش
میرے دریچے کے نیچے ہوا میں ایڑیاں رگڑتی ہوئی نظر آئے۔
لیکن بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی۔ اگر اس تدبیر سے میرے خاندان
کی بے عزّتی کا کوئی مداوا نہ ہوسکے گا۔ تو کم از کم بدنامی تو رُک
جائے گی "+

کچھ دیر تک مطلق خاموشی طاری رہی!

آخر ڈینس نے کہا۔ "شریفوں میں اس قسم کی نزاعات کا
تصفیہ دوسرے طریقوں سے بھی ہوسکتا ہے۔ آپ شمشیر زن
ہیں۔ اور میں نے سُنا ہے۔ کہ آپ نے اس فنِ شریف میں ہمیشہ
امتیاز بھی حاصل کیا ہے "+

سائر دی میلیتر اٹے نے پادری کو اشارہ کیا۔ جس نے خاموشی سے لمبے لمبے قدم اُٹھا کر تیسرے دروازے کا پردہ ایک لمحے کے لئے اُٹھایا۔ اور پھر چھوڑ دیا۔ لیکن ڈینس کو صاف نظر آ گیا۔ کہ اس دروازے کے پیچھے ایک تاریک سی غلام گردش میں مسلح آدمیوں کی ایک پوری جماعت کھڑی ہے +

سائر نے کہا "موسیو دی بولیو! اگر میں کسی قدر جوان ہوتا۔ تو یقیناً نہایت خوشی سے آپ کو مقابلے کا افتخار دے دیتا۔ لیکن کیا کروں۔ بڈھا ہو چکا ہوں۔ وفادار ملازم عصائے پیری کا حکم رکھتے ہیں۔ یہی میری طاقت ہیں۔ اور ان ہی سے میں کام لونگا + انسان کو بڑھاپے میں جو تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ ان میں بلاشبہ سب سے زیادہ تلخ مصیبت یہی ہے۔ لیکن ذرا صبر و سکون سے کام لیا جائے۔ تو اس کی بھی عادت ہو جاتی ہے + میں نے آپ کو اور بلانشے کو دو گھنٹے کی جو مہلت دی تھی۔ اسے اگر آپ میرے ہی کمرے میں بسر کرنا چاہتے ہیں۔ اور خلوت پر جلوت کو ترجیح دینا پسند کرتے ہیں۔ تو میرا اس میں کچھ نقصان نہیں۔ میں نہایت خوشی سے اس کمرے کو آپ کے استعمال کے لئے خالی چھوڑ دونگا +"

اس موقعے پر اس نے دیکھا۔ کہ ڈینس دی بولیو کے چہرے پر ایک خوفناک تغیر رُونما ہو رہا ہے چنانچہ فوراً ہاتھ اُٹھا کر کہنے لگا:
"جلدی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر پھانسی پر چڑھنا آپ کی طبع نازک کے لئے گراں ہے۔ تو ابھی دو گھنٹے باقی ہیں۔ اس دوران میں آپ کھڑکی میں سے بازار میں کُود سکتے ہیں۔ میرے ملازموں کے بھالوں کی انیاں آپ کے سینے کے لئے موجود ہیں۔ زندگی کے دو گھنٹے بہت بڑی چیز ہیں۔ اس تھوڑی سی مدّت میں بھی خدا جانے حالات کتنی کروٹیں بدل جائیں۔ اس کے علاوہ میں اپنی بھتیجی کے چہرے پر کچھ ایسے آثار دیکھ رہا ہوں۔ گویا وہ آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ آپ اپنی زندگی کی آخری ساعتوں میں ایک خاتون کے ساتھ تہذیب کا برتاؤ کرنے سے ہرگز پہلوتہی نہ کرینگے"

ڈینس نے بلانشے کی طرف دیکھا۔ اور بلانشے نے ایک ملتجیانہ حرکت کی

غالباً بڈھا اس مفاہمت کے نشان کو دیکھ کر بے انتہا مسرور ہوا۔ چنانچہ دونوں کی طرف نظریں اُٹھا کر مسکرایا۔ اور نہایت محبّت کے لہجے میں کہنے لگا "موسیو دی بولیو! اگر آپ مجھ سے

شریفانہ وعدہ کریں۔ کہ آپ دو گھنٹے کے اختتام تک میری واپسی کا انتظار کرینگے۔ اور کسی غیر مآل اندیشانہ حرکت سے کام نہیں لینگے۔ تو میں اپنے ملازموں کو یہاں سے ہٹائے دیتا ہوں۔ تاکہ آپ اس خاتون سے خلوت میں گفتگو کر سکیں "

ڈینس نے پھر لڑکی کی طرف دیکھا۔ جس نے اسے اشارہ کیا۔ کہ وعدہ کر لو

ڈینس نے بڈھے سے کہا "بہت خوب۔ میں شریفانہ وعدہ کرتا ہوں "

سائر دی میلیتراٹے نے اپنا سر جھکا دیا۔ اور کمرے میں ادھر اُدھر لنگڑاتا ہوا پھرنے لگا۔ اس دوران میں وہ ایک عجیب سی آواز نکال کر اپنا گلا صاف کرتا رہا۔ جو ڈینس کے کانوں کو سخت ناگوار اور مکروہ معلوم ہونے لگی۔ میز پر چند کاغذات پڑے تھے۔ پہلے اس نے وہ اُٹھا لئے۔ اس کے بعد غلام گردش کی طرف جا کر مسلح ملازموں کو کچھ حکم دیا۔ اور پھر جس دروازے سے ڈینس اندر آیا تھا اُسی سے باہر نکل گیا۔ لیکن دہلیز پر ذرا ٹھٹھک کر اس نوجوان جوڑے کو مسکرا کر سلام کرتا گیا۔ اس کے بعد پادری صاحب بھی ہاتھ میں ایک شمع لئے ہوئے سائر کے پیچھے پیچھے باہر چلے گئے

تخلیہ ہوا ہی تھا۔ کہ بلا نشٹے اپنے بازو پھیلا کر ڈینس کی طرف بڑھی۔ اس کے چہرے پر ہیجان کی سُرخی نمایاں تھی۔ اور آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے۔ اس نے چلّا کر کہا:۔

اب تم نہیں مروگے۔ اب میری تمہاری شادی ہوجائیگی!"

ڈینس نے جواب دیا "کیا آپ یہ سمجھتی ہیں۔ کہ میں موت سے خوف کھا رہا ہوں؟"

لڑکی نے کہا۔ "نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ میں جانتی ہوں۔ کہ تم بزدل نہیں۔ میں تو صرف اپنی خاطر یہ کہہ رہی ہوں۔ میں اس قدر معمولی بات کے لئے تمہارا قتل ہوجانا برداشت نہ کرسکتی تھی"۔

ڈینس نے جواب دیا۔ "معزز خاتون۔ آپ کو غالباً حقیقی مشکل کا اندازہ بہت کم ہے۔ ممکن ہے۔ آپ ایک چیز سے اپنی فیاضی کے باعث انکار نہ کریں۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے۔ کہ میں اسے قبول کرنا اپنی خودداری کے خلاف سمجھوں۔ اگر ایک لمحے کے لئے آپ کے دل میں میری طرف ایک شریفانہ جذبہ پیدا ہوا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ آپ اُن حقوق کو فراموش کردیں۔ جو شاید دوسروں کی طرف سے آپ پر عائد ہوتے ہیں"۔

ڈینس جب تک یہ فقرے اپنی زبان سے ادا کرتا رہا۔ اس نے

اپنی نگاہیں شریفانہ انداز سے فرش پر جمائے رکھیں۔ اور فقرے کے اختتام پر بھی نہ اُٹھائیں۔ تاکہ اُسے لڑکی کی پریشانی کو دیکھنے کا موقع نہ ملے۔ بلانشے ایک لمحے کے لئے خاموش کھڑی رہی۔ پھر دفعتًہ وہاں سے ہٹ کر اپنے چچا کی کرسی پر جا پڑی۔ اور سسکیاں بھر بھر کے رونے لگی + ڈینس انتہائی پریشانی میں مبتلا تھا۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ کہ کسی طرف سے کچھ رہنمائی حاصل ہو۔ ایک سٹول نظر آیا۔ اُس پر جا بیٹھا + اپنے ہیٹ قبض کی نیام سے کھیلنے لگا۔ اور دل ہی دل میں کہنے لگا۔ کاش میں آج سے مدت پہلے مرچکا ہوتا۔ اور پیرس میں میں کوڑے کے کسی غلیظ ترین ڈھیر کے نیچے دب کر دُنیا کی نظروں سے غائب ہوگیا ہوتا! اس کی نگاہیں کمرے میں ہر طرف پھر رہی تھیں۔ لیکن کسی چیز پر نہ جمتی تھیں + فرنیچر کے درمیان بہت سی جگہ خالی اور اُداس پڑی تھی۔ روشنی مکروہ اور غمناک معلوم ہوتی تھی۔ بیرونی فضا کا اندھیرا کھڑکیوں میں سے ناگوار سردی برسا رہا تھا۔ اور ڈینس سوچ رہا تھا۔ کہ کوئی گرجا بھی اتنا وسیع اور کوئی قبر بھی اتنی غم انگیز نہ ہوگی + بلانشے دی میلیترائے کی مسلسل سسکیاں ایک کلاک کی آواز کی مانند وقت کی رفتار کو ناپ رہی تھیں + ڈینس نے میلیترائے کی ڈھال کا کتبہ بار بار پڑھا۔ یہاں تک

کہ اس کی نگاہیں دُھندلی ہوگئیں۔ وہ کمرے کے تاریک گوشوں کو گھورتا رہا۔ اور اس کے تخیّل نے یہ بتایا۔ کہ وہ گوشے ہولناک درندوں سے بھرے پڑے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اس خیال سے چونک اُٹھا تھا۔ کہ اس کی زندگی کے آخری دو گھنٹے بھاگے چلے جارہے ہیں۔ اور موت کا گھڑیال بج رہا ہے۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا۔ اس کی نگاہیں زیادہ تر خود بلانشئے ہی پر جمی رہنے لگیں۔ لڑکی نے سر جھکا کر دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانک رکھا تھا۔ اور ذرا ذرا سے وقفے کے بعد رنج والم کی کشمکش اس کو سر سے پاؤں تک لرزا دیتی تھی۔ لیکن ایسی حالت میں بھی وہ کوئی ناگوار چیز نہ تھی۔ اس کا نازک اور گدرایا ہوا جسم۔ کھلا ہوا ملیح رنگ اور نہایت خوب صورت بال اس قدر دلاویز تھے۔ کہ ڈینیل اسے ساری دُنیا نے نسائیت میں بے نظیر سمجھنے لگا تھا۔ اس کے ہاتھ اس کے چچا کے ہاتھوں کی مانند تھے۔ لیکن کلائیوں کی مناسبت سے بہت زیادہ موزوں۔ نہایت نرم و ملائم اور محبّت پاش معلوم ہوتے تھے۔ اسے یاد آیا۔ کہ بلانشئے کی نیلی آنکھیں اسے غصّے۔ رحم اور معصومیت کے جذبات میں کس قدر درخشاں اور دل فریب معلوم ہوتی تھیں۔

وہ اس کے مکمل اوصاف پر جتنا غور کرتا چلا جاتا تھا۔ موت اسے اُتنی ہی بدصورت اور مکروہ معلوم ہو رہی تھی۔ اور اس لڑکی کی مسلسل اشکباری اس کے دل میں ندامت و پشیمانی کے نہایت عمیق جذبات پیدا کر رہی تھی + اب اسے یہ محسوس ہو رہا تھا۔ کہ جس دُنیا میں ایسی حسین ہستی موجود ہو۔ اُس کو چھوڑ دینے پر کوئی انسان آمادہ نہیں ہو سکتا + اب وہ سوچ رہا تھا۔ کہ اپنی بیدردانہ تقریر کی تلافی کے لئے + اپنے آخری چالیس منٹ وقف کر دوں گا +

عین اس وقت دریچوں کے نیچے تاریک وادی میں مرغوں کی بے شمار اور بے ترتیب بانگیں سنائی دیں + اس محیط خاموشی میں یہ سکون شکن آواز اس طرح معلوم ہوتی تھی۔ گویا کسی تاریک مقام میں روشنی کی جھلک دکھائی دے رہی ہے + اسے سن کر دونوں کے خیالات و تصورات کا سلسلہ ٹوٹ گیا +

بلانشے نے سر اُٹھا کر کہا "افسوس! کیا میں کسی طرح تمہاری مدد نہیں کر سکتی ؟"

ڈینس نے اس کے سوال کا جواب تو نہ دیا لیکن بالکل غیر متعلق سی باتیں کرنے لگا۔ "معزز خاتون اگر میری بات سے آپ کو صدمہ پہنچا ہو۔ تو مجھے معاف فرمائیے گا۔ میں نے صرف

آپ کی خاطر ایسا لکھا تھا۔ اپنے فائدے کے لئے نہیں" +

لڑکی نے اپنی اشک بار نگاہیں اُٹھا کر اس کا شکریہ ادا کیا +

ڈینیس کہتا رہا "مجھے آپ کی حالت پر سخت رنج ہو رہا ہے دنیا نے آپ پر بہت بڑا ظلم کیا۔ آپ کے چچا کی ہستی نوع انسانی کے لئے باعث ننگ ہے۔ آپ یقین کیجئے۔ کہ فرانس کے ہر شریف اور بہادر نوجوان کو مجھ پر رشک ہو گا۔ کیونکہ مجھے آپ کی خدمت میں اپنی جان تک قربان کر دینے کا موقع حاصل ہے" +

بلانشے نے جواب دیا "یہ تو میں پہلے ہی سے جانتی ہوں۔ کہ تم بہت بڑے بہادر اور فیاض انسان ہو۔ میں تو یہ جاننا چاہتی ہوں۔ کہ آیا میں اس وقت یا آنے والے زمانے میں تمہاری خدمت بھی کر سکتی ہوں یا نہیں؟" آخری فقرے پر بلانشے کی آواز میں لرزش پیدا ہو گئی تھی +

ڈینیس نے مسکرا کر جواب دیا "یقیناً! آپ میری مدد یقیناً کر سکتی ہیں۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں ایک مداخلت بیجا کرنے والے بے وقوف کی بجائے ایک دوست کی حیثیت سے آپ کے پہلو میں بیٹھ جاؤں۔ اور اس بات کو بھول جانے کی

کوشش کیجئے۔ کہ ہم دونوں کن غیر معمولی حالات میں یکجا ہوئے ہیں۔ میرے آخری لمحات کو راحت و فراغت سے گزر جانے میں مدد دیجئے۔ یہی میری سب سے بڑی خدمت ہے" +

اُس نے کہا:" تم بہت بہادر ہو۔ موسیو دی بولیو! (غمناک انداز میں) تم بہت بہادر ہو۔ اور تمہاری اتنی زیادہ شجاعت مجھے تکلیف دے رہی ہے۔ لیکن اگر یہی چاہتے ہو۔ تو آؤ۔ میرے قریب بیٹھ جاؤ + اگر تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو۔ تو یقین کرنا۔ میں انتہائی خیر خواہی اور دوستی کے جذبے سے تمہاری بات سنوں گی۔ آہ۔ موسیو دی بولیو! آہ! میں تمہیں کس طرح منہ دکھانے کی جرأت کر سکتی ہوں!" یہ کہہ کر اس نے نئے سرے سے رونا شروع کر دیا +

ڈینس نے اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا۔" معزز خاتون خدا کے لئے ذرا سوچئے۔ کہ میری زندگی کا کتنا تھوڑا وقت باقی ہے۔ اور آپ کی اس مصیبت کا نظارہ مجھے کس قدر غمناک بنا رہا ہے! میرے آخری لمحوں میں مجھے یہ دردانگیز منظر نہ دکھایئے۔ جس کا مداوا میری جان کی قربانی سے بھی نہیں ہو سکتا +"

بلانشے نے جواب دیا۔ "موسیو دی بولیو۔ میں بہت خودغرض ہوں۔ اب تمہاری خاطر بہادر بھی بن جاؤں گی۔ لیکن آیا میں آئندہ زمانے میں تمہاری کوئی خدمت بھی بجا نہیں لا سکتی؟ کیا تمہارا کوئی دوست نہیں ہے۔ جس کو میں تمہاری طرف سے الوداع کا پیغام پہنچاؤں؟ جتنا مشکل کام میرے سپرد کرو گے میں دل و جان سے انجام دوں گی۔ میرے دل میں تمہاری طرف سے تشکر کے جو بے بہا جذبات موجزن ہیں۔ اُن کے مقابلے میں یہ خدمت بہت ہی حقیر ہو گی۔ اور مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جائے گا خدا کے لئے مجھے اس قابل بنا دو۔ کہ میں رونے سے زیادہ بھی تمہاری کوئی خدمت انجام دے سکوں۔"

ڈینس نے کہا:۔

"میری والدہ دوسری شادی کر چکی ہے۔ اور چھوٹے چھوٹے بال بچوں کی پرورش میں مصروف ہے۔ میرا بھائی گوشارڈ میرے بعد میری جاگیر کا وارث ہو گا۔ اور اگر میں غلطی نہیں کرتا۔ تو اس ورثے سے اس کے لئے میری موت کے صدمے کی تلافی کما حقہٗ ہو جائے گی۔ پادری کہا کرتے ہیں۔ کہ زندگی ایک دھواں ہے جو ہوا میں اُڑ جاتا ہے۔ جب ایک مرد کے بھلے دن ہوتے ہیں۔

اور زندگی کی شاہ راہ اس کے سامنے کھلی ہوئی نظر آتی ہے۔ تو
وہ اپنے آپ کو دُنیا میں ایک بہت ہی اہم ہستی خیال کرتا ہے +
اس کا گھوڑا اس کی شکل دیکھتے ہی ہنہنانے لگتا ہے۔ اور جب وہ
شخص اپنے ساتھیوں کے آگے آگے چلتا ہوا شہر میں داخل ہوتا
ہے۔ تو قرنا پھونکے جاتے ہیں۔ اور لڑکیاں دریچوں میں سے
جھانک جھانک کر اسے دیکھتی ہیں + بہت سی ہستیاں خط و کتابت
کے ذریعے سے بھی اور بالمشافہ بھی اس سے عقیدت و محبّت کا اظہار
کرتی ہیں۔ اور بعض بڑے بڑے مقتدر لوگ اس کے دست نگر
دکھائی دیتے ہیں + ایسی حالت میں اگر تھوڑی دیر کے لئے اس شخص
کے سر میں ہوائے غرور بھر جائے۔ تو کوئی تعجّب کی بات نہیں لیکن
جب وہ مر جاتا ہے۔ تو خواہ وہ ہرکیولیس جیسا بہادر اور سلیمان
جیسا دانا ہو۔ دُنیا اسے بہت جلد بھول جاتی ہے + صرف دس سال
گزرے۔ میرا باپ بہت سے دوسرے شمشیر زن بہادروں کے
درمیان ایک نہایت خونریز لڑائی میں قتل ہوا تھا۔ لیکن آج ان
لوگوں کے نام تو درکنار۔ لڑائی کا نام تک لوگوں کی یاد سے محو
ہو چکا ہے + معزز خاتون! جتنا بھی غور کیجیے۔ آپ کو معلوم ہوگا
کہ موت ایک تاریک اور غبار آلود گوشہ ہے۔ جس کی تاریکی میں انسان

اپنی قبر کے اندر داخل ہو کر اس کا دروازہ روزِ قیامت تک کے لئے بند کر لیتا ہے۔ میرے اب بھی کچھ زیادہ دوست نہیں ہیں۔ اور مرنے کے بعد تو کوئی بھی نہ رہے گا۔"

لڑکی نے پکار کر کہا۔ "آہ موسیو وی بولیو! تم بلانشے دی میلیترائے کو بھول گئے۔"

ڈینس نے جواب دیا۔ "معزز خاتون۔ یہ آپ کی شرافت طبع ہے۔ کہ آپ اتنی چھوٹی سی اور حقیر خدمت کو حد سے زیادہ قابلِ وقعت قرار دے رہی ہیں۔"

لڑکی نے جواب دیا۔ "یہ صحیح نہیں ہے۔ اگر تم یہ سمجھے بیٹھے ہو کہ میں اپنے ذاتی فوائد کی وجہ سے اس قدر متاثر ہو رہی ہوں۔ تو تم غلطی پر ہو۔ میں تو تمہاری دوستی کا دم اس لئے بھر رہی ہوں۔ کہ میں نے تم جیسا شریف اور نجیب انسان آج تک نہیں دیکھا۔ اور تم میں مجھے ایک ایسی روح حمیّت نظر آ رہی ہے۔ جو ایک معمولی سے معمولی آدمی کو بھی ملک بھر میں نامور بنانے کے لیئے کافی ہے۔"

ڈینس نے کہا۔ "لیکن اس کے باوجود میں یہاں ایک موش دان میں پڑا ہوا مر رہا ہوں۔ اور میری جیبیں کے سوا

دُنیا میں کوئی آواز بلند نہیں ہوتی "

لڑکی کے چہرے پر درد کے اثرات نمایاں ہوئے۔ اور وہ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوگئی۔ اس کے بعد اس کی آنکھیں یک بیک چمک اُٹھیں۔ اور وہ مُسکرا کر کہنے لگی :-

"میں ہرگز گوارا نہیں کرتی۔ کہ میرا بہادر سپاہی اپنے آپ کو اتنا ذلیل خیال کرے۔ جو شخص کسی دوسرے کے لئے اپنی جان دیتا ہے۔ وہ فردوس میں پہنچ کر خداوند خدا کے فرشتوں اور قدسیوں سے ہم کلام ہوگا۔ اور کوئی وجہ نہیں۔ کہ تم اس طرح افسردہ اور اُداس ہو جاؤ۔ اچھا۔ ——— یہ تو بتاؤ۔ کیا تم مجھے خوب صورت سمجھتے ہو؟" یہ کہتے ہوئے بلانشے کے رُخساروں پر شرم و حجاب کی سُرخی دوڑ گئی۔

ڈلین نے کہا "یقیناً آپ بہت حسین ہیں "

"مجھے یہ سُن کر بہت خوشی ہوئی۔ اب یہ بتاؤ۔ کہ فرانس میں ایسے آدمی کتنے ہونگے۔ جن سے کوئی حسین دوشیزہ اپنی زبانی شادی کی درخواست کرے۔ اور وہ صاف انکار کر دیں؟ میں جانتی ہوں۔ تم مردوں۔ اس قسم کی فاتحانہ مسرت کو کسی قدر حقارت سے دیکھنے کے عادی ہو۔ لیکن یقین کرنا۔ کہ ہم عورتیں

محبّت کے بیش بہا پہلوؤں کی قدر کو تم سے بہتر جانتی ہیں۔ اس سے زیادہ کوئی ایسی چیز نہیں۔ جو انسان کو خود اپنی نگاہوں میں معزز بنا دے۔ اور ہم عورتیں اس سے زیادہ کسی چیز کو محبوب نہیں سمجھتیں"۔

ڈینس نے کہا: "آپ کی نوازش کا شکریہ۔ لیکن میں اس حقیقت کو نہیں بھول سکتا۔ کہ مجھ سے شادی کی درخواست صرف رحم کے باعث کی جا رہی ہے۔ اس میں محبّت کا جذبہ نہیں ہے"۔

بلانشے نے سر جھکا کر کہا: "مجھے تمہاری بات پر پورا یقین نہیں۔ لیکن موسیو دی بولیو۔ ذرا توجہ سے میری بات سننا۔ میں جانتی ہوں۔ کہ تمہیں مجھ سے ضرور نفرت کرنی چاہئیے۔ اور تم اس نفرت میں حق بجانب ہو۔ میں اس دُنیا میں بہت ہی حقیر اور ناکارہ ہستی ہوں۔ اور اس قابل نہیں۔ کہ تم ایک لمحے کے لئے بھی میرا خیال کرو۔ حالانکہ تم آج صبح میرے لئے موت تک گوارا کرنے پر آمادہ ہو۔ لیکن اگر میں نے تم سے شادی کی درخواست کی تھی۔ تو اس کی وجہ صحیح یہی تھی۔ کہ جب تم نے چچا کے خلاف میرا ساتھ دیا۔ اسی وقت سے میری رُوح کی گہرائیوں میں تمہاری ذات کا ادب تمہاری شخصیت کی قدر اور تمہاری محبّت کی وارفتگی پیدا ہو چکی تھی۔

اگر تم اُس وقت اپنے آپ کو دیکھ سکتے۔ اور تمہیں یہ معلوم ہو جاتا کہ تم کتنے شریف اور بہادر نظر آتے ہو۔ تو تم مجھ سے نفرت کی بجائے مجھ پر رحم کرتے۔ (ڈینس کو سرعت کے ساتھ اپنے ہاتھ سے روک کر) اور اب اگرچہ میں نے تکلف کو بالائے طاق رکھ کر تم سے اتنی باتیں کہہ دی ہیں۔ لیکن یاد رکھو۔ کہ میں اُن جذبات سے بھی واقف ہو چکی ہوں۔ جو میری طرف سے تمہارے دل میں موجزن ہو رہے ہیں۔ یقین کرنا۔ کہ میں بھی کوئی گری پڑی عورت نہیں۔ عالی خاندان ہوں۔ اس لئے اب تمہاری منظوری کے لئے مزید اصرار نہ کرونگی۔ میں بھی اپنی جگہ خود دار واقع ہوئی ہوں۔ اور میں خداوند کی مقدس ماں کو شاہد کر کے کہتی ہوں۔ کہ اگر اب تم اپنی بات سے پھر گئے۔ تو میں اپنے چچا کے سائیس سے شادی کر لینا گوارا کر لوں گی۔ لیکن تمہاری بیوی ہرگز نہ بنوں گی ؟"

ڈینس مسکرایا۔ مگر اس تبسم میں کسی قدر تلخی نمایاں تھی!

اس نے کہا "وہ بھی کیا محبت ہوگی۔ جو ذرا سی خودداری کے خیال سے رفو چکر ہو جائے!"

بلانشئے نے کوئی جواب نہ دیا۔ گو اس کے دماغ میں خیالات

موج زن ہو رہے تھے۔

ڈینس نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "ذرا ادھر دریچے کی طرف آؤ۔ دیکھو صبح کا سپیدہ نمودار ہو رہا ہے"۔

صبح سچ مچ نمودار ہو رہی تھی۔ آسمان کی فضا صاف اور بے رنگ ضیا سے معمور ہونے لگی تھی۔ اور نیچے وادی میں صبح کی دھندلی روشنی نمایاں ہو گئی تھی۔ کہر کے چند ہلکے سے ٹکڑے جنگل کے غاروں میں اور دریا کے پیچیدہ بہاؤ کے ساتھ ساتھ نظر آ رہے تھے۔ یہ منظر ہر طرف سکون کے تعجب انگیز اثرات بکھیر رہا تھا۔ یہاں تک کہ جب ایک دفعہ مرغوں نے بانگیں دینی شروع کر دیں۔ جب بھی اس منظر کے سکون میں کوئی خلل واقع نہ ہوا۔ جن مرغوں نے اب سے کوئی آدھ گھنٹہ پیشتر تاریکی میں نہایت ہولناک شور و غوغا برپا کیا تھا۔ اب وہی نمودِ سحر کی خوشی میں مسرت کے نعرے لگا رہے تھے۔ دریچوں کے نیچے درختوں کے درمیان ہلکی سی ہوا سرسراہٹ پیدا کر رہی تھی۔ سپیدۂ سحر مشرق سے برابر جلوہ پاش ہو رہا تھا۔ اور قریب تھا۔ کہ مشرق کی توپ کا وہ آتشیں گولہ جسے آفتاب کہتے ہیں۔ فضا میں بلند ہو کر اپنی تجلیاں چاروں طرف بکھیرنے لگے!

ڈینین نے کسی قدر کانپتے ہوئے اس تمام منظر پر نگاہیں دوڑائیں
اس نے بلانشے کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے رکھا تھا۔ اور یہ
حرکت اس سے بالکل اضطراراً سرزد ہو رہی تھی +
بلانشے نے کہا "کیا صبح ہو چکی؟ اُف۔ رات کتنی لمبی تھی۔
آہ۔ افسوس۔ جب چچا واپس آئیں گے۔ تو ہم اُن کو کیا جواب
دینگے!"
ڈینین نے بلانشے کے ہاتھ کو دبا کر کہا "جو تمہاری مرضی
ہوگی!"
بلانشے خاموش رہی +
ڈینین نے نہایت سریع۔ غیر یقینی اور جذبہ آمیز لہجے میں
کہا "بلانشے۔ تم نے یہ تو دیکھ لیا۔ کہ میں موت سے نہیں ڈرتا۔
تم یہ بھی سمجھ لو۔ کہ میں اس دریچے میں سے کھلی ہوا میں کود پڑنا
خوشی سے گوارا کر لوں گا۔ اور تمہاری صریح اور آزادانہ منظوری
کے بغیر تمہیں ہاتھ لگانے کی جرأت ہرگز نہ کروں گا۔ اگر تمہیں
میرا ذرا بھی خیال ہے۔ تو خدا کے لئے مجھے غلط فہمی میں نہ مرنے
دو۔ کیونکہ میں ساری دنیا سے زیادہ تم سے محبت کرتا ہوں +
گو میں تمہاری خاطر نہایت خوشی سے جان دینے پر آمادہ ہوں۔

لیکن زندہ رہنا اور تمہاری خدمت میں عمر بسر کرنا میرے لئے ہزار جنتوں کے برابر ہے"

ڈینس نے اپنا فقرہ ختم کیا ہی تھا۔ کہ مکان کے اندرونی حصے سے ایک گھڑیال کے بجنے کی آواز آئی۔ اور غلام گردش میں زرہ بکتر اور اسلحہ کی کھڑکھڑاہٹ سنائی دینے لگی جس سے صاف ظاہر ہو گیا۔ کہ مسلح محافظ واپس آگئے ہیں۔ اور دو گھنٹوں کی میعاد ختم ہو چکی ہے

بلانشے نے اپنے ہونٹ اور اپنی آنکھیں ڈینس کے قریب تر لاکر آہستہ سے کہا "تم سب کچھ سن چکے ہو۔ اس کے بعد"

اس نے جواب دیا "میں نے کچھ نہیں سنا"

بلانشے نے اس کے کان میں کہا "اس کپتان کا نام فلورمنڈ دی شیمڈالوُر تھا"

ڈینس نے کہا "میں نے یہ نہ سنا تھا" یہ کہہ کر اس نے بلانشے کے لچکیلے اور کومل جسم کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ اور اس کے عرق آلود رخساروں پر بوسوں کا تار باندھ دیا

دروازے کی طرف سے ایک شیریں چیخ اور اس کے بعد ایک مسرور قہقہہ سنائی دیا۔ اور سائر دی میلیترائے نے

اپنے ننھے "بھتیجے" کو صبح کا سلام کیا!



دارالاشاعت پنجاب لاہور

کی

ادبی تصانیف

نقش فرنگ

مصنفہ

جناب قاضی عبدالغفار صاحب ایڈیٹر صباح و جمہور

جس زمانے میں سیٹھ چھوٹانی مسلمانان ہند کے مطالبات خلافت مدبرین انگلستان کے سامنے پیش کرنے کے لئے یورپ تشریف لے گئے تھے۔ تو قاضی عبدالغفار صاحب سابق مدیر صباح و جمہور آپ کے ہمراہ تھے۔ قاضی صاحب ملک کے بہترین انشاپردازوں میں سے ہیں۔ آپ نے سفر یورپ سے واپس آکر ان تاثرات کو قلمبند فرمایا۔ جو دیار فرنگ کی تاریخی یادگاروں۔ دور حاضر کے محیر العقول تمدن اور مدبرین مغربی

کی جنگ آزادی کے مناظر سے آپ کے قلب پر وارد ہوئے تھے۔
یہ کتاب "سفرنامہ" نہیں۔ بلکہ ایک ادیب کے دلآویز و دل فریب
خیالات ہیں جس سے دل و دماغ دونوں لذت اندوز ہوتے ہیں
اور پڑھنے والے کو جہاں ایک طرف تہذیب مغربی کے مناظر کا صحیح چربا
نظر آجاتا ہے۔ وہاں وفدِ خلافت کی ناکامی۔ مدبرین انگلستان کی عیاری
ترکوں کی حیات افروز بیداری کے سبق آموز حالات بھی معلوم ہوتے ہیں۔
اندازِ بیان اس قدر ادیبانہ اور دلکش ہے کہ ختم کئے بغیر چھوڑنے کو
جی نہیں چاہتا۔ قیمت عہ

لیلےٰ یا محاصرۂ غرناطہ

انگلستان کے مشہور مصنف لارڈ لٹن کا وہ مستغنی عن التعریف
تاریخی ناول جس کے چند باب کبھی جسٹس محمود مرحوم نے تہذیب الاخلاق
میں ترجمہ کرنے کے بعد اسے ناتمام چھوڑ دیا تھا۔ سید امتیاز علی صاحب
تاج بی۔ اے ایڈیٹر کہکشاں نے حسنِ مذاق اور نہایت احتیاط سے
مکمل ترجمہ کر کے دارالاشاعت پنجاب میں چھپوایا ہے + ہسپانیہ میں اسلامی
تہذیب و تمدن کی آخری جھلک۔ مور خاندان کے فلسفی شہنشاہ عبداللہ کا

حسرت ناک انجام۔ تحفظِ وطن و مذہب کے لئے مردِ میدان موسےٰ ابن ابی غازان کی سرگرم مساعی۔ عیسائیوں کے محکمۂ احتساب کے ہولناک مظالم۔ حصول آزادی کے لئے یہودیوں کی دیوانہ وار کشمکش۔ اور مذہبوں اور سلطنتوں کی اس جدوجہد کے درمیان لیلےٰ! ایک مجنون یہودی کی معصوم دختر! جو قوم یہود کو غلامی سے نجات دلانے کے لئے پروان چڑھائی گئی تھی۔ غرناطہ کے مسلم مردِ میدان کو چاہنے لگی۔ واقعات کی رَو اسے کہیں سے کہیں بہالے گئی۔ اور وہ عیسائیت کے آغوش میں جاتی ہوئی اپنے نامراد باپ کے خنجر سے تمام ہوگئی۔ اندازِ تحریر کے شکوہ۔ افرادِ قصہ کی سیرت کے مکمل بیان اور صحیح تاریخی واقعات اور اثر و تاثیر کے لحاظ سے ادب اُردو میں ایک حیرت انگیز اضافہ ہے۔ ۱۲؍

پریم پچیسی

حصہ اوّل و دوم

ادیب فطرت نگار منشی پریم چند کی سب سے پہلی اور سب سے زیادہ مقبول تصنیف۔ اس کتاب میں آپ کے شروع شروع کے پچیس قصے درج ہیں۔ جن کی اشاعت پر اُردو اخبارات و رسائل ہیں

آپ کی افسانہ نویسی کی دھوم مچ گئی تھی + مدت گزری یہ کتاب "زمانہ پریس کانپور میں چھپی تھی۔ اور پہلا اڈیشن تمام ہونے کے بعد کہیں سے دستیاب نہ ہو سکتی تھی۔ اب دارالاشاعت پنجاب لاہور نے نہایت حُسنِ اہتمام کے ساتھ اسے دوبارہ چھاپ کر تیار کیا ہے +

اس مجموعے میں وہ تمام مختصر افسانے درج ہیں۔ جو منشی صاحب موصوف نے پریم بتیسی تصنیف کرنے سے پہلے لکھے تھے۔ حصہ اول عہ/ حصۂ دوم عہ/

چترا

ملک الشعرا ڈاکٹر رابندرا ناتھ ٹیگور کی شاعری پر مغرب نے ایک لاکھ روپے کا نوبل پرائز ان کو دے کر اپنی قدر دانی کا ثبوت دیا ہے۔ ان کے مشہور راگ ناٹک چترا کو ابو رشید عبدالمجید صاحب سالک بٹالوی اڈیٹر زمیندار نے اُردو میں ترجمہ کیا ہے۔ یہ درامہ مہابھارت کے زمانے کا ایک مختصر و لطیف واقعہ ہے۔ اس میں بطور تمثیل کے محبت کے حقیقی معنوں کو نہایت وضاحت اور خوبی سے بیان کیا گیا ہے۔ اور چند اوراق میں مشرق کی روح بند کر دی گئی ہے۔ کتاب کا

ایک ایک لفظ موسیقی سے معمور ہے اور نہایت حسن و خوبی سے اس کا اُردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ قیمت ۱۲ر

شیخ حسن

روحانیات کے متعلق یہ ایک نہایت دلچسپ کتاب ہے۔ اور چشم دید واقعات پر مبنی ہے۔ دُنیا میں جنوں کا وجود ہے یا نہیں؟ روحیں دُنیا میں بلوائی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ ان روحوں کو عامل کس طرح بلاتے ہیں؟ روحوں کے اقتدار میں کیا کچھ ہے؟ ان سب باتوں کا اس کتاب میں ذکر ہے۔ شیخ حسن کی دردناک داستان اور رشیدہ کا المناک انجام آنکھوں میں آنسو بھر لاتا ہے۔ عالم ارواح کا بیان بدن کے رونگٹے کھڑے کرتا ہے۔ اور مصطفےٰ اور علی دونوں بھائیوں کے کیرکٹر اس قدر عمیق۔ مکمل اور دلچسپ ہیں۔ کہ بہت کم اُردو ناولوں میں بیان کئے گئے ہونگے۔ قیمت ۱۲ر

ثالث بالخیر

یہ ایک تُرکی فسانہ نگار احمد حکمت کے ناول کا ترجمہ ہے۔ جو

ملک کے مشہور ادیب سید سجاد حیدر صاحب نے کیا ہے۔ ترکی فسانوں کی لطافت و نزاکت تمام دُنیا میں مشہور ہے۔ ترکوں نے ادب لطیف کو عین الکمال تک پہنچا دیا ہے۔ یہ ناول اگرچہ چھوٹا سا ہے۔ مگر جذبات لطیفہ کے لئے اپنے اندر بہت سا سامان رکھتا ہے۔ قیمت ۸ /

پریم بتیسی

حصہ اوّل و دوم۔ ہندوستان کے بے نظیر افسانہ نویس منشی پریم چند مصنف پریم پچیسی کے نامِ نامی سے کون واقف نہیں آپ ہی نے اُردو زبان میں مختصر افسانہ نویسی کی بنیاد ڈالی۔ اور تھوڑے سے عرصے میں اس کو معراج کمال تک پہنچا دیا۔ پریم بتیسی آپ کے بتیس تازہ ترین قصوں کا مجموعہ ہے۔ ان قصوں میں فطرت کا دلچسپ مطالعہ۔ نازک ترین جذبات و احساسات کا بیان ہے۔ ہندوستانی مناظر قدرت کے پُرلطف اسکیچ ہیں۔ یہ وہ قصے ہیں جو ہندوستانی زندگی میں انقلاب پیدا کردیں گے۔

قیمت حصہ اوّل ۸/ حصہ دوم ۱۲ /

